سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱۶۲

اسلامیات

اور

مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین

یعنی

مستشرقین یورپ کے تحقیقی کاموں پر منصفانہ تبصرہ اور عالمِ اسلام میں مسلمان مصنفین کے علمی و تحقیقی کاموں کا وسیع جائزہ

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ از عربی

مولوی سید سلمان حسینی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام۔ لکھنؤ

بار اوّل

۱۴۰۲ھ — ۱۹۸۲ء

کتابت ـــــــــــ ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ـــــــــــ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات ـــــــــــ ۹۰

قیمت ـــــــــــ چھ۶ روپے

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام بکس پوسٹ ۱۱۹ لکھنؤ

(دار العلوم ندوۃ العلماء)

فہرست مضامین

"اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

پیش نظر کتابچہ اس عربی مقالہ کا ترجمہ ہے، جس کو راقم سطور نے دار المصنفین اعظم گڑھ کے "اسلام اور مستشرقین" کے موضوع پر ہونے والے اس بین الاقوامی سیمنار کے لئے تیار کیا تھا، جو ۲۶ – ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ اور ۲۱ – ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کی تاریخوں میں منعقد ہونے والا تھا، راقم سطور کو جنوری کے آخری ہفتہ میں بعض اہم مجالس کی شرکت کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرنا پڑا، جس سے ۱۵ فروری کو واپسی ہوئی، اپنی مسلسل مصروفیتوں اور سفر کی تیاری کے سلسلہ میں اس کو اس اہم موضوع پر ایک لفظ بھی لکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی، ۱۵ فروری کو جب لکھنؤ واپسی ہوئی تو وہ اہم خاندانی حادثہ پیش آیا جس نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا، اور کسی تحریری و فکری کام کے قابل نہیں رکھا، میری مراد خواہر زادۂ عزیز، قوت بازو، اور فخر خاندان مولوی سید محمد ثانی مدیر رضوان و مصنف سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حیات خلیل وغیرہ کی وفات کے اندوہناک حادثہ سے ہے، جو ۱۶ فروری کو ایسے حالات میں پیش آیا، جس نے دل و دماغ کے تأثر کو اور زیادہ شدید و عمیق کر دیا، دار المصنفین کے سیمنار میں صرف چار دن کا وقفہ تھا، دو دن تو تعزیت میں آنے والوں سے ملنے اور ہوش و حواس

برجا کرنے میں صرف ہوگئے، سیمنار سے صرف دو دن پہلے اس ضرورت کا احساس ہوا کہ اس موقعہ کے لئے کچھ لکھ لینا چاہئے، خاص طور پر اس لئے کہ اس اہم مجلس مذاکرہ میں جو پہلی مرتبہ اس اہم موضوع پر ہندوستان کے ایک ایسے اہم علمی و تصنیفی ادارہ میں منعقد ہو رہی تھی، جس سے راقم سطور کا ذمہ دارانہ تعلق ہے، عرب فضلاء و اساتذۂ جامعات کی ایک معقول تعداد شرکت کے لئے آرہی تھی، اول تو اس مجلس میں شرکت کرنے کا فیصلہ خود بڑا دشوار تھا، لیکن احساس فرض اور عزیز القدر سید محمد رابع ندوی صدر شعبۂ عربی زبان و ادبیات دار العلوم ندوۃ العلماء کی ہمت کو دیکھ کر جو عزیز مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں (بارك الله في حياته) اور جن کے سامنے بھائی کی بیماری اور جدائی کے سارے مراحل گزرے تھے، ہمت بندھی، نیز محترمی سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب ایم۔ اے ناظم دار المصنفین کی تنہائی و فکرمندی کا تصور کر کے ہم لوگوں نے شرکت کا فیصلہ کیا۔

خیال ہوا کہ ایسے اہم موقعہ پر خالی ہاتھ نہیں جانا چاہئے، چنانچہ اس مختصر وقت میں میں نے اپنے خیالات کو ایک تحریر کی شکل میں مجتمع کرنا شروع کیا، وقت کی کمی کی وجہ سے ایسے وقت میں بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا، جس میں لکھنے لکھانے کا برسوں سے معمول نہیں، عزیزی مولوی نثار الحق ندوی سلمہ (جو سالہا سال سے میرے تحریری و تصنیفی کاموں میں معاون ہیں) میرے خاص شکریہ و اعتراف کے مستحق ہیں کہ انھوں نے آدھی آدھی رات تک جاگ کر مسودہ کو صاف کرنے اور مضمون کو تیار کرنے میں مدد کی، اس کا سلسلہ ۲۰ر ۲۱ر فروری کی درمیانی شب تک (جب کہ راقم سطور دار المصنفین پہونچ چکا تھا) جاری رہا، الحمدللہ اجلاس عام شروع ہونے سے پہلے مضمون تیار ہو چکا تھا، اور اس قابل ہو گیا تھا کہ ۲۱ر فروری کے کھلے اجلاس میں پڑھا جا سکے۔

لیکن عین اجلاس کے موقعہ پر اس کا احساس ہوا کہ درجن بھر عرب فضلاء کی وجہ سے (جو اپنے علم وفضیلت کے لحاظ سے کمًّا نہیں لیکن کیفًا بڑا وزن رکھتے تھے) ان کثیر التعداد سامعین کو جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی، ایک ایسی زبان کے دیر تک سننے پر کیوں مجبور کیا جائے جس کا ایک لفظ بھی وہ نہیں سمجھتے۔ اچانک خیال بدل گیا، اور میں نے طویل عربی مضمون پڑھنے کے بجائے اس کے اہم مشتملات کو اردو میں پیش کرنے پر اکتفا کیا، اور اس میں وہ اضافے بھی کئے جن کی ضرورت مقام وماحول، اور مقامی صورت حال نے پیدا کر دی تھی، اس اردو تقریر کے بعد (جس کا اہم حصہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کی روئیداد میں رسالہ "معارف" بابت ماہ مارچ، اپریل ۸۲ء میں آگیا ہے) عزیز القدر سید سلمان حسینی ندوی نے اس مقالہ کے کچھ اقتباسات پڑھ کر سنائے جس سے مضمون کی روح اور اس کا مرکزی نقطہ عرب فضلاء کے سامنے آگیا۔

سیمنار سے فارغ ہونے کے بعد اس کا موقع ملا کہ مضمون پر نظر ثانی کی جائے، جہاں کہیں اضافے یا تشریح کی ضرورت تھی، وہاں اضافہ وتشریح کی جائے، اور مضمون کو زیادہ مفید و مستند بنایا جائے، اس طرح یہ مضمون جو دو تین دن کے اندر نہایت عجلت کے ساتھ لکھا گیا تھا، زیادہ معلومات ومواد کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو گیا، اپریل ۱۹۸۲ء کے ابتدا ہی میں وہ ایک عربی کتابچہ کی شکل میں جو ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء کی طرف سے خوبصورت عربی ٹائپ میں شائع ہو گیا، اور اہم علمی مجالس اور اس موضوع سے تعلق رکھنے والے عرب فضلاء کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا، ساتھ ہی اس کے ترجمہ کی خدمت عزیز القدر مولوی سید سلمان ندوی سلمہ کے سپرد کی گئی جنھوں نے شدید مصروفیت کے باوجود تھوڑے وقت میں اور بڑی خوبی کے ساتھ اس کو اردو میں منتقل کر دیا،

مصنف کی نظر ثانی، اور خفیف سی ترمیم واضافے کے ساتھ اب وہ اردو داں طبقہ اور برصغیر کے ان فضلاء اور طلبہ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں، اسلامیات پر مستشرقین کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں، یا خود اسلامیات پر تحقیقی کام ومطالعہ میں مصروف ہیں، کسی علمی بحث، تنقید وجائزہ، اور علمی صلاح ومشورہ کی سو فیصدی صحت کا دعویٰ اور اس سے کلّیۃً اتفاق کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ دشت علم کے ایک رہ نورد، اور منزل تحقیق کے ایک مسافر کے تجربہ ومطالعہ کی ایک حقیر ارمغاں ہے، جس سے اس راہ کے مسافر اور اس منزل کے راہی کچھ روشنی حاصل کرسکتے ہیں، اور اس سے اپنے علمی سفر کو آسان، اور کام کو زیادہ مفید ومکمل بنانے میں مدد لے سکتے ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۴ر شعبان سنہ ۱۴۰۲ھ

۲۶ر مئی سنہ ۱۹۸۲ء

اسلامیات

اور

مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین

فیصلہ کرنے اور حکم لگانے کے سلسلہ میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات

تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے (جو علم کی قدر و قیمت، بحث و تحقیق کے میدان کی محنتوں اور کاوشوں اور صحیح علمی نتائج تک پہونچنے کی راہ کی دشواریوں سے بخوبی واقف ہیں) سب سے مشکل کام یہ ہے کہ علم و تحقیق کا کام کرنے والی کسی جماعت یا فرد کے بارے میں غیر منصفانہ سخت اور بے لچک رویہ اختیار کیا جائے، اس کی حق تلفی کی جائے اور اس کے تمام محاسن و خصائص کا یک قلم انکار کر دیا جائے، اور سب کو ایک ہی پیمانہ سے ناپا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ اہل علم اور بحث و تحقیق کا سنجیدہ و مخلصانہ کام کرنے والوں کا طبقہ ہمیشہ دوسرے ہم پیشہ اور ہم مذاق لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ فراخ دل، وسیع النظر اور دوسروں کی محنت و کاوش کا اعتراف کرنے میں عالی حوصلہ ہوتا ہے، وہ نہ صرف اپنے پیشروؤں، بلکہ خورد سال معاصرین اور "تازہ واردان بساط علم" کی علمی کاوشوں اور نتائج تحقیقات سے بھی استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا، غیر منصفانہ فیصلہ، کسی کے محاسن و کمالات کا انکار، قرآنی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کے سراسر منافی ہے

قرآن کی آیت ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ	خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی
اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ	امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو، اور جب
اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا	لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے
یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا	فیصلہ کیا کرو، خدا تمہیں بہت خوب نصیحت
بَصِیْرًا ٥ (سورۂ النساء ـ ۵۸)	کرتا ہے بیشک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے.

دوسری جگہ فرمایا گیا :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ	اے ایمان والو! خدا کے لئے انصاف کی
لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ	گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو، اور
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا	لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ
ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی	کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو
(سورۂ المائدہ ـ ۸)	کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے.

ایک جگہ اور ارشاد ہے :۔

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا	اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور
الْمِیْزَانَ ٥ (سورۂ الرحمٰن ـ ۹)	تول کم مت کرو.

اس لئے اگر کسی علمی کام، کسی اسکالر کے ریسرچ و تحقیق پر تبصرہ کرنا، اور اس سے..... اختلاف رائے کا اظہار، یا اس کی تردید و تغلیط، یا بعض غلطیوں کی نشاندہی ضروری ہو تو علم و تحقیق کا تقاضہ ہے کہ اس کے لئے علمی اسلوب اور متوازن تنقید کا طریقہ اختیار کیا جائے، اس تبصرہ اور جائزہ میں تنقیدی عنصر کا تناسب صحیح اور معتدل ہو، کیونکہ ضرورت کو (جیسا کہ

فقہائے اسلام کہتے ہیں) بقدرِ ضرورت ہی پورا کرنا چاہیئے۔

مستشرقین کی علمی کاوشوں کا اعتراف

اس حقیقت کا اعتراف ایک صاحبِ علم کا علمی و اخلاقی فرض ہے کہ متعدد مستشرقین نے اسلامی علوم کے مطالعہ میں اپنی ذہنی و علمی صلاحیتوں کا فیاضانہ استعمال کیا، انھوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، ان میں سے بہت سے فضلاء نے مشرقی اور اسلامی علوم کا موضوع، سیاسی، اقتصادی، اور مشنری اغراض و مقاصد کے ماتحت نہیں، بلکہ محض شوقِ علم اور جذبۂ بحث و تحقیق کی خاطر اختیار کیا، اور اس کام میں خاصی جگر کاوی اور دیدہ ریزی کا ثبوت دیا، یہ ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہوگی، کہ ان کے اس پہلو کا اظہار واعتراف نہ کیا جائے ان کی کوششوں سے بہت سے نادر اسلامی مخطوطات، جو صدیوں سے سورج کی روشنی سے محروم تھے، نشر و اشاعت سے آشنا ہوئے، اور نادان و نااہل وارثوں کی غفلت اور کرم خوردگی سے بچ گئے، کتنے علمی مآخذ، اور اہم تاریخی دستاویزیں، اول اول انھیں کی کوششوں اور علمی دلچسپی اور شغف کے نتیجہ میں منظرِ عام پر آئیں، جن سے مشرقی دنیا کے علماء و محققین کی آنکھیں روشن ہوئیں، اور ان کا علم و تحقیق کا کام آگے بڑھا۔

ان سب مستشرقین کے ناموں اور کاموں کا احاطہ تو اس مقالہ میں ممکن نہیں، جن کا علمی دنیا پر احسان ہے، محض مثال کے طور پر مندرجہ ذیل حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے، پروفیسر ٹی ڈبلو آرنلڈ (T.W. ARNOLD) جن کی قابل قدر کتاب (THE PREACHING OF ISLAM) (دعوت اسلام) ہے، اسٹینلی لین پول (STANLEY LANE-POOLE) جن کی کتاب (SALADIN) (سلطان صلاح الدین ایوبی) اور

(MOORS IN SPAIN) (عرب اندلس میں) بڑی حد تک منصفانہ تصنیفات ہیں، ڈاکٹر اسپرنگر (DR. ALOYS SPRENGER) جنھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ مطبوعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کو ایڈٹ کیا، اور اس پر انگریزی میں فاضلانہ مقدمہ لکھا، اڈورڈ لین (EDWARD WILLIAM LANE) جو اس عربی و انگریزی ڈکشنری کے مرتب ہیں، جو (ARABIC ENGLISH LEXICON) کے نام سے مشہور ہے، اور انگریزی زبان میں عربی مفردات کی تفصیلی شرح پر قابل اعتماد مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، اور جس سے خود عربی زبان اور عربی نحو کے ماہرین فائدہ اٹھاتے ہیں، اے۔ جے ونسنک (A. J. WENSINCK) جنھوں نے ائمۂ محدثین کی حدیث و سیرت و مغازی پر مشتمل چودہ کتابوں[1] سے تخریج احادیث کے لئے بڑا ہی مفصل انڈکس تیار کیا ہے، اور علمی و فقہی عنوانات، اسماء اور سیرت کی بعض ذیلی سرخیوں پر اس کو ترتیب دیا ہے، پھر ان عنوانات کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، مشہور مصری عالم استاذ فواد عبد الباقی نے اس کتاب کو عربی میں منتقل کیا ہے، اور اس کا نام مفتاح کنوز السنۃ رکھا ہے، علامہ سید رشید رضا مصری اور علامہ احمد محمد شاکر نے اس پر بڑے فاضلانہ اور اعتراف و تشکر آمیز مقدمے لکھے ہیں، اسی طرح مستشرق ونسنک نے المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی (احادیث نبوی کے الفاظ کی ڈکشنری[2]) کی ترتیب میں بھی نگرانی کا کام انجام دیا ہے، جس کی ترتیب و تالیف میں کئی مستشرق علماء و محققین شریک ہیں، اور اس کو ۱۹۳۶ء

---

[1] ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کے اسماء گرامی اور مرتب کتاب کے اصول و طریقہ کار کو سمجھنے کے لئے کتاب کے مقدمہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

[2] یہ کتاب صحاح ستہ، مسند الدارمی، موطا امام مالک و مسند امام احمد بن حنبل پر مشتمل ہے۔

میں پہلی مرتبہ شائع کیا، مذکور الصدر کتاب کے مقابلہ میں اس کتاب سے استفادہ زیادہ آسان ہے، یہ سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جی۔ بی اسٹرینج (G. B. STRENGE) اور ان کی کتاب (LANDS OF THE EASTERN CALIPHATE) (جغرافیہ خلافت مشرقیہ) بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔

یہ تمام تصنیفات اور علمی و تحقیقی کوششیں[1] اس بات کی دلیل ہیں کہ ان مصنفین و مرتبین نے جد و جہد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، اور اس طویل جاں گسل مطالعہ اور کاوش بحث و تحقیق میں اپنے موضوع کے ساتھ خلوص و انہماک کا پورا ثبوت دیا ہے۔

اکثر مستشرقین کی تصنیفات میں کمزوریوں کی جستجو اور خوردہ گیری اور ریزہ چینی کی کوشش

لیکن مستشرقین کے علم و فضل کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس موقر علمی مجلس میں اس حقیقت کی وضاحت کرنے میں کوئی باک نہیں کہ مستشرقین کے ایک بڑے طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی شریعت، مسلمانوں کی تاریخ، اور تہذیب و تمدن میں کمزوریوں اور غلطیوں کی تلاش و جستجو میں وقت صرف کریں، اور سیاسی و مذہبی اغراض کی خاطر رائی کا پربت بنائیں، اس سلسلہ میں ان کا رول بالکل اس شخص کی طرح رہا ہے جس کو ایک منظم و خوشنما و خوش منظر شہر میں صرف سیور لائنز، نالیاں، گندگی اور گھورے نظر آئیں جس طرح محکمۂ صفائی کے انچارج...

---

[1] مقالہ نگار نے مستشرقین کی صرف ان تصنیفات و تحقیقات پر اکتفا کیا ہے جو انگریزی میں ہیں، اور جو عام طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ پر طعن و تشنیع اور حقائق کی تحریف سے خالی ہیں، مقالہ نگار نے دوسری یوروپین زبانوں جیسے فرنچ، جرمن اور ڈچ زبانوں کی کتابوں سے تعرض نہیں کیا، کیونکہ وہ براہ راست ان سے واقف نہیں۔

(DRAIN INSPECTOR) کا کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی میں فریضۂ منصبی ہوتا ہے کہ اس طرح کی رپورٹ پیش کرے، وہ متعلقہ ڈپارٹمنٹ کو جو رپورٹ پیش کرتا ہے، اس میں طبعی طور پر قارئین کو سوائے گندگیوں اور کوڑے کرکٹ کے تذکرہ کے عام طور پر کچھ نہیں ملتا۔

افسوس کی بات ہے کہ ہم بہت سے مستشرقین کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ اپنی ساری کدوکاوش، تاریخ اسلام، اسلامی معاشرہ، تہذیب و تمدن، اور ادب و ثقافت...... .... میں جھول اور کمزوریوں کی تلاش و نشاندہی میں صرف کرتے ہیں، پھر ہولناک اور ڈرامائی انداز میں ان کو پیش کرتے ہیں، وہ خوردبین (MICROSCOPE) سے ان کا پتہ لگاکر اپنے قارئین کے سامنے ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو دریا بناکر پیش کرتے ہیں، ان کی ذہانت وطباعی کا پورا مظاہرہ چہرۂ اسلام کو بدنما دکھانے میں ہوتا ہے، اور اس طرح اسلامی ممالک کے زعماء وقائدین کے (جنھوں نے یوروپ کی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی، یا اسلام کا مطالعہ یورپین زبانوں میں کیا ہے) دل ودماغ میں اسلام اور اسلامی قانون و تہذیب کے سرچشموں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بیزاری اور ماضی سے بدگمانی اس طرح پیدا کردیتے ہیں کہ ان کا سارا جوش وخروش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے (MODERNISATION) اور اسلامی قانون میں اصلاح و ترمیم کی مہم چلانے میں منحصر ہو کر رہ جاتا ہے۔

نازک مستشرقانہ حکمت عملی

بہت سے مستشرقین کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ وہ پہلے ایک مقصد متعین کرلیتے ہیں، پھر ہر ممکن طریقہ سے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ رطب ویابس معلومات

(جن کا بعض اوقات موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) دینی، تاریخی اور ادبی کتابوں بلکہ شعر و شاعری، قصوں کہانیوں، مسخروں کی خوش گپیوں اور طنز نگاروں کی نگارشات سے (خواہ وہ کتنی ہی سطحی اور بیہودہ ہوں) معلومات اخذ کرتے ہیں، پھر مکمل فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بنیاد پر ایسے علمی نظریات قائم کرتے ہیں، جن کا ان کے ذہن و دماغ کے علاوہ کہیں وجود نہیں پایا جاتا، اکثر ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام کی کسی محبوب و معظم شخصیت کی کسی ایک کمزوری کی نشاندہی کرتے ہیں، اور قارئین کے دلوں میں اس کی جگہ بنانے کے لئے دس پندرہ فضائل و محاسن (جن کی صحیفۂ اخلاق میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی) بڑی دریادلی سے ذکر کر جاتے ہیں، نتیجۃً قاری ان کی کشادہ دلی اور سیر چشمی سے مرعوب اور ان کی انصاف پسندی سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اس کمزوری کو (جو تمام فضائل و محاسن پر پانی پھیر دیتی ہے) قبول کر لیتا ہے، یہ مستشرقین کسی دعوت و شخصیت کے ماحول، تاریخ اور طبعی اسباب و محرکات کی ایسی مہارت اور چابک دستی سے تصویر کشی کرتے ہیں کہ یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ یہ دعوت یا شخصیت دراصل اسی ماحول اور انھیں محرکات کا قدرتی نتیجہ اور ان کا طبعی ردعمل تھا، اور گویا کوہ آتش فشاں پھٹنے کے لئے تیار تھا، اس شخصیت نے صحیح وقت پہچان لیا، ایک چنگاری دکھائی اور وہ پھٹ پڑا، اس لئے قاری کا ذہن کسی غیر مادی سرچشمہ یا طاقت کی طرف جانے نہیں پاتا، اور اس شخصیت یا دعوت کی عظمت یا اس کے ساتھ تائید الٰہی اور ارادۂ غیبی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] مستشرقین نے سیرت نبوی اور تاریخ عرب کے موضوع پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں عہد جاہلیت اور زمانۂ ما قبل اسلام کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ گویا انقلاب کا سب سامان تیار تھا، پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) نے صرف وقت شناسی سے کام لیا، اور سہرا ان کے سر بندھ گیا۔

ان میں سے بہت سے مستشرقین اپنی کتابوں اور مضامین میں زہر کی ایک خاص مقدار بہت احتیاط سے ملاتے ہیں، جو تناسب سے بڑھنے نہ پائے اور قارئین کے لئے وحشت کا باعث نہ بنے، اور ان کو بیدار اور محتاط نہ بنادے، نیز "محقق علام" کی انصاف پسندی اور خلوص نیت مشتبہ نہ کردے، اس طرح کے مستشرقین کی تصنیفات ان مخالف مصنفین کے مقابلہ میں زیادہ ضرر رساں اور خطرناک ہوتی ہیں، جو کھل کر دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، اور جن کی کتابوں میں دجل و فریب و افترا پردازی، عریاں طریقہ پر نظر آتی ہے، کیونکہ مذکورۃ الصدر کتابوں کا مطالعہ کرنے والا متوسط درجہ کا کتاب خواں، ان کو پڑھنے کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مشرقی جامعات اور علمی حلقوں کا مستشرقین کی کتابوں کو علمی ماخذ سمجھنا

عالم اسلام اور ممالک عربیہ کی علمی کمزوری، پست ہمتی اور بے مائیگی کی یہ کھلی دلیل ہے کہ یہ ممالک، ایک طویل زمانہ سے خالص اسلامی موضوعات پر مستشرقین کی کتابوں کو ماخذ و مرجع سمجھتے ہیں، اور ان کے نزدیک ان کی یہ محققانہ کتابیں "کتاب مقدس" (GOSPEL) کی حیثیت رکھتی ہیں، مثال کے طور پر آر، اے نکلسن (R. A. NICHOLSON) کی کتاب (A LITERARY HISTORY OF ARABS) (تاریخ ادبیات عرب) ڈاکٹر ہٹی (DR. P. K. HITTI) کی کتاب (HISTORY OF THE ARABS) (تاریخ عرب) کارل بروکلمان (CARL BROCKLEMANN) کی جرمن زبان میں کتاب (GESCHICHTE DER ARABISCHEN-LITERATURE) (تاریخ عربی ادبیات) اور اس کا انگریزی ترجمہ (THE HISTORY OF ARAB LITERATURE) جو عربی ثقافت و فنون پر مشتمل ہے،[1] گولڈزیہر (GOLDZIHER) کی کتاب

---

[1] یہ کتاب اپنی جامعیت اور مصنف کی محنت اور وسعت معلومات کی بنا پر قابل قدر و لائق استفادہ ہے لیکن اس پر کلی اعتماد اور انحصار صحیح نہیں ہے۔

(اسلامی عقیدہ وشریعت کا INTRODUCTION TO ISLAMIC THEOLOGY AND LAW
تعارف) اور MUHAMMED NISCHE STUDIEN HALLE (مطالعہ اسلامیات)
شاخت (SCHACHT) کی کتاب THE ORIGINS OF MOHAMMADAN JURISPRUDENCE
(فقہ اسلامی کے ابتدائی مآخذ) اور ڈبلیو، سی اسمتھ (W. C. SMITH) کی کتاب
ISLAM IN MODERN HISTORY (اسلام جدید دنیا میں) اور اے، آر گب (A. R. GIBB)
کی کتاب WHITHER ISLAM (اسلام کا رُخ کس طرف ہے؟) مونٹگمری واٹ
(MONTGOMERY WATT) کی تصنیفات MOHAMMAD IN MECCA (محمدؐ مکہ میں)
MOHAMMAD IN MEDINA (محمدؐ مدینہ میں) اور MOHAMMAD PROPHET AND -
STATESMAN- (محمدؐ بحیثیت نبی اور سیاستدان)۔

ان سب کتابوں کے بارے میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اپنے موضوع پر یہ منفرد تصنیفات ہیں، اسلامی مشرق کی یونیورسٹیوں کے عربی زبان وادب اور اسلامیات کے شعبوں میں ان کو اہم علمی مآخذ گردانا جاتا ہے، اور تصنیف وتالیف کا کام کرنے والے زیادہ تر ان ہی پر اعتماد کرتے ہیں، اسلامی انسائیکلوپیڈیا ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM جس کی تالیف کا کام مستشرقین کے ہاتھوں انجام پایا ہے، (اگرچہ اس میں بعض مسلمان مقالہ نگاروں کا بھی کچھ حصہ ہے) اور جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، وہ اسلامی حقائق ومعلومات کا سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے قیمتی ذخیرہ سمجھا جاتا ہے، اور بعض عرب اور مسلمان ملکوں کے علمی حلقوں میں اس کو اسلام سے متعلق معلومات کا اساسی اور بنیادی ماخذ سمجھا جاتا ہے، مصر میں عرصۂ دراز سے اس کا لفظی ترجمہ شائع ہو رہا ہے، حالانکہ مصر جیسے ملک سے اس کی توقع تھی، کہ وہ مسلمان محققین اور اسلامی موضوعات پر اصحابِ اختصاص مسلمانوں کے قلم سے مستقل

اسلامی انسائیکلوپیڈیا یا دائرۃ المعارف الاسلامیہ پیش کرنا۔[1]

بحث و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے میدان میں عالم اسلام کے خود کفیل ہونے کی ضرورت

مستشرقین کے منفی اثرات کے ازالہ اور اس عظیم نقص کی اصلاح کے لئے علمائے اسلام، محققین و مفکرین اور مسلمان ریسرچ اسکالرز کی ذمہ داری ہے کہ وہ علمی موضوعات پر محققانہ اور "اوریجنل" بحثیں تیار کریں، اور عالم اسلام کو صحیح اور قابل اعتماد معلومات اور اسلام کے صحیح تصورات اور حقائق سے (ان خوبی اور امتیازات کا لحاظ کرتے ہوئے جو مستشرقین کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں) روشناس کریں، بلکہ علمی اسلوب و اصول بحث، مجتہدانہ تحقیق و دقتِ نظر، وسعت مطالعہ، مآخذ و مراجع کی صحت و استناد اور پر زور استدلال و استنتاج میں ان پر بھی فوقیت لے جائیں، اور ان غلطیوں اور علمی کمزوریوں سے بھی محفوظ ہوں جن کے عام طور پر مستشرقین شکار ہوتے ہیں۔

مستشرقین کی علمی تحقیقات کا محاسبہ و جائزہ

یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان علماء و محققین مستشرقین کی تصنیفات و علمی تحقیقات کا جائزہ لیں اور حقائق و واقعات کی روشنی میں ان کا علمی محاسبہ کریں، ان کی دسیسہ کاریوں اور عربی عبارتوں کے مفہوم سمجھنے یا ان کی تحلیل و تشریح میں ان کی غلطیوں کی نشاندہی کریں جس سے قارئین کو یہ معلوم ہو کہ جن مراجع و مآخذ پر وہ اعتماد کرتے ہیں، وہ ناقابل اعتماد ہیں،

---

[1] یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں اردو اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا جو کام ہوا ہے اور جاری ہے، وہ حذف و اضافہ، تنقیحات و تشریحات کے ایک مستقل علمی کام کی حیثیت رکھتا ہے۔

انھوں نے ان سے جو اہم نتائج نکالے ہیں، اور ان پر اپنے دعوے کی پوری عمارتیں قائم کر لی ہیں، ان کی بنیاد ہی کمزور، مشکوک یا سرے سے معدوم ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دکھائیں کہ ان کی ان معصومانہ علمی کاوشوں میں سیاسی و مذہبی (مشنری) اغراض و مقاصد کہاں تک کام کر رہے ہیں۔[1]

مثبت اور تعمیری کام کی ضرورت

لیکن صرف یہ ناقدانہ اور سلبی کام کافی نہیں ہے، مثبت اور تعمیری کام بھی ناگزیر ہے، اس کی فوری ضرورت ہے کہ اسلامی موضوعات پر عمیق و فکر انگیز معلومات اور محققانہ علمی کام کا سلسلہ جاری رہے جو تحلیل و تجزیہ، ماخذ و مراجع کے دیانتدارانہ حوالہ اور مفید و متنوع تفصیلی انڈکس سے (جو مستشرقین کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے) معمور ہو، اس سلسلہ میں ایسے مواد اور کتابوں سے بھی استفادہ کیا جائے جن کی طرف بادی النظر میں ذہن نہیں جاتا، اور جن کا موضوع سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا اور نہ روایتی طور پر وہ تاریخ کی کتابیں سمجھی جاتی ہیں، جو عام طور پر سرکار دربار، حرب و ضرب اور سیاسی حوادث و واقعات کے گرد گردش کرتی ہیں، اس جدید مواد

[1] راقم سطور کو جولائی ۱۹۷۸ء میں لاہور کے قیام کے دوران یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ پروفیسر ظفر علی قریشی صاحب نے مستشرقین کی سیرت النبی۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ پر تمام تصنیفات و مقالات جمع کرنے اور ان پر علمی تنقید، محاسبہ اور تردید کا کام شروع کیا ہے، اس سلسلہ میں انھوں نے ایک مفصل قیمتی بحث انگریزی میں لکھی ہے جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے، راقم سطور ان کی اس انفرادی رضا کارانہ کوشش اور ان کے ذاتی کتب خانہ کو دیکھ کر متاثر اور مسرور ہوا، ساتھ ساتھ ہی اس پر متعجب بھی کہ کسی مسلم حکومت یا بڑے ادارہ کی طرف سے اس کام کی قدردانی اور ہمت افزائی کا ثبوت نہیں دیا گیا۔

اور ایسے مفید مآخذ کی (بہت سا علمی کام ہو جانے کے باوجود) اب بھی کمی نہیں، جو ایک محنت کش، دیدہ ور، علم و تحقیق کی سچی پیاس رکھنے والے، عالم و محقق کے منتظر ہیں، آج بھی ہاتف غیبی کی صدا کانوں میں آتی ہے ؎

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ ایسے خالص علمی اور تحقیقی کاموں میں بے جا تطویل و عبارت آرائی سے گریز کیا جائے اور حتی الامکان طنز و تضحیک اور مفروضات کے قائم کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اس طریقۂ کار (طنز و تضحیک) سے بحث و تحقیق کا علمی وقار اور تحقیقی وزن جاتا رہتا ہے۔

جب تک یہ دونوں کام نہ انجام دیئے جائیں گے، اس وقت تک عالم اسلام کا وہ جدید تعلیمیافتہ طبقہ جو ذہین اور حوصلہ مند نوجوانوں پر مشتمل ہے، اور جو یورپ و امریکہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہا ہے، یا خود اپنے ملک میں اسلام کا مطالعہ یورپین زبانوں میں کرنے کا عادی ہے، مستشرقین کے مسموم افکار اور ان کی ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتا۔

زندگی کے کسی گوشہ میں بھی خلا زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتا، یہ خدا کے تکوینی قوانین اور فطرت بشری کے منافی ہے، کیونکہ حاجتمند اگر صحیح ذریعہ سے اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو غلط اور نامناسب طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جب تک مستشرقین اور مغربی مفکرین کی (اسلامیات کے میدان تک میں) فکری قیادت اور علمی رہنمائی کا سلسلہ جاری ہے، اس وقت تک عالم اسلام عقلی و ذہنی انتشار اور فکری ارتداد کی آندھیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، تجدد و مغربیت کے داعی و علمبردار، مغرب کے افکار و خیالات کے

نقیب و ترجمان بنتے رہیں گے، اور جب ان کو سیاسی اقتدار حاصل ہوگا تو وہ بزورِ حکومت اور قانون سازی کے ذریعہ وہ "اصلاحات" نافذ کریں گے جو اسلام پر تیشہ زنی کے مرادف ہوں گی، وہ ایسے معاشرہ کو تشکیل دیں گے جو قدیم اسلامی معاشرہ سے صرف رنگ و نسل کی مشابہت رکھتا ہوگا، ورنہ وہ حقیقتاً غیر اسلامی معاشرہ اور واقعاتی دنیا میں کلّیتہً ایک مغربی اور مادّی معاشرہ ہوگا، اس وقت اس کے داعیوں اور نقیبوں اور رہروؤں کو مخاطب کرکے عارف شیرازی کے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

بحث و تحقیق کے میدان میں عالم اسلام کی کوششوں کا ایک اجمالی جائزہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ امید پوری ہوئی یا نہیں؟ کیا مسلمان مصنفین اور محققین نے عالمی اثر و نفوذ رکھنے والی مغربی زبانوں میں بحث و تحقیق کی مطلوبہ خدمات انجام دے کر اپنا علمی و دینی فریضہ ادا کیا؟ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں دیانتدارانہ اور غیر جانبدارانہ اجمالی جائزہ لے کر دیکھا جائے کہ مسلمان اہل علم اور اہل تحقیق کتنی منزلیں اب تک سر کر چکے ہیں؟ اور وہ کہاں تک اپنی اسلامی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے، مندرجہ ذیل سطور میں اس سلسلہ میں ہونے والے کاموں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

باخبر قارئین اس سے ناواقف نہیں کہ عالم اسلام کو اور خاص طور پر اس کے چار[۴] اہم ممالک ترکی، مصر، ایران و ہندوستان کو انیسویں صدی عیسوی کے وسط سے مغربی تہذیب و تمدن، علوم و فنون، افکار و اقدار کا براہ راست سامنا کرنا پڑا، یہ صورت حال اس بات کی

متقاضی اور طالب تھی کہ ترقی یافتہ اور عالمگیر مغربی زبانوں میں (کم سے کم ان ملکوں میں جن کا مغربی تہذیب اور فلسفہ سے رُو در رُو مقابلہ تھا) زیادہ سے زیادہ کام ہوا ہوتا، اور اسلامی عقائد و اصول، تہذیب و تمدن، قانون، علوم و فنون، مثالی اسلامی ادوار کی تاریخ، مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے عہد، اسلامی معاشیات اور اسلام کے اخلاقی فلسفہ کی وضاحت کے لئے اعلیٰ معیار کی کتابیں اور محققانہ بحثیں منظر عام پر آتیں، یہ بھی توقع تھی کہ یہ ممالک کم از کم انگریزی، فرنچ، جرمن اور ڈچ[1] زبان کو بحث و تحقیق مغربی تہذیب پر تنقید، اس کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور اسلام کے محاسن کو پیش کرنے کا ذریعہ بنائیں گے، اور ان ممالک کے مسلمان فضلاء و اہل قلم ان زبانوں میں اپنی تحریری اور تقریری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے، اور تھوڑی مدت میں ایک ایسا وسیع کتب خانہ تیار ہو جائیگا، جو مسلمان نوجوانوں میں اسلام کی صلاحیت حیات اور اس کے زندگی کے ہر میدان میں خود کفیل ہونے پر اعتماد بحال کرے گا، اور یورپ و امریکا کے تعلیمیافتہ طبقہ، مغربی مفکرین کو اگر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے پر مجبور نہ کر سکا تو کم از کم اسلام کے سنجیدہ مطالعہ پر ضرور آمادہ کر دے گا، اور اسلامی تحقیقی مقالوں اور لسانی و ادبی تحقیقات کا ایسا سیل جرّار وجود میں آئیگا جس کی طاقتور موجیں یورپ و امریکا اور کناڈا کی عالمی اور مشہور یونیورسٹیوں کی دیواروں سے ٹکرائیں گی۔

اس کی بھی توقع تھی کہ ان مغربی زبانوں میں مہارت رکھنے والے فرزندانِ اسلام اپنی یونیورسٹیوں کو تاریخ اسلام، قوانین اسلامی اور مشرقی ادبیات اور تنقید و تاریخ میں اس طرح سے بے نیاز کر دیں گے کہ پھر ممالک عربیہ یا ایران کی ادبی و سیاسی و تمدنی تاریخ کا

---

[1] یہی وہ چار زبانیں ہیں جن میں اسلامی موضوعات پر بکثرت تصنیفات اور مقالات شائع ہوئے ہیں۔

مطالعہ کرنے والوں کو کسی نکلسن (NICHOLSON) کسی براؤن (BROWNE) کسی ہٹی (HITTI) پر اعتماد نہ کرنا پڑے گا، اس طرح اسلامی شریعت اور تدوین حدیث و فقہ کی تاریخ کے مطالعہ کے لئے کسی گولڈزیہر (GOLDZIHER) اور کسی شاخت (SCHACHT) پر، عربی زبان وادب اور شعر جاہلی کے مطالعہ کے لئے کسی مارگولیتھ (MORGOLIOTH) پر انحصار نہ کرنا پڑے گا۔

یہ تحقیقی کام نہ صرف اس فکری ارتداد کی روک تھام کے لئے سدّ سکندری ثابت ہوگا، جو ذہین تعلیمیافتہ نوجوانوں کو بہائے لئے جارہا ہے، اور جوان ممالک میں جو مغربی سامراج کے آہنی پنجہ میں گرفتار رہ چکے ہیں، جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے، بلکہ مغرب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھی مفید و مددگار ثابت ہوگا، پھر مشیئت الٰہی جس کو سعادت کا پروانہ دینا چاہے گی، وہ اسلام کے "چشمۂ حیواں" کی طرف کشاں کشاں آئے گا۔

مغربی زبانوں میں تحقیقی و علمی کام کی کمی

اس کے پورے اسباب و قرائن پائے جاتے تھے، کہ عالم اسلام میں بحث و تحقیق اور اسلامی موضوعات پر مغربی زبانوں میں تصنیف و تالیف کا ایک نیا دور شروع ہوگا، اور ایسی تصنیفات عالم وجود میں آئیں گی جن کی زبان وادب کی چاشنی، اسلوب نگارش قوت استدلال، اور فنی مہارت سے فضلائے مغرب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

لیکن یہ ایک افسوسناک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ توقع پوری نہیں ہوئی اور یہ اندازہ صحیح نہیں نکلا، ایک حقیقت پسند مورخ اس موقعہ پر مایوسی اور استعجاب کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مسلم اور عرب ممالک میں ہندوستان کا امتیاز

ان ممالک میں جو اسلامی و مغربی تہذیبوں اور فلسفوں کی آویزش کا میدان تھے، ہندوستان کو یہ امتیاز و فخر حاصل ہے کہ اس سلسلہ کا سب سے بڑا کام اس کی سرزمین پر انجام پایا، یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ وہ براہ راست برطانیہ کے زیر اقتدار تھا، جو مغربی تہذیب و تمدن کا سب سے بڑا نمائندہ اور سب سے پرجوش داعی تھا، اور اس کی غلامی کی مدت پر پوری ایک صدی گذر گئی، نیز اس کا مغربی تعلیم کا سب سے بڑا ادارہ (M.A.O.) کالج، علی گڑھ، عرصہ تک تجربہ کار انگریز فضلاء کے زیر اثر اور ان کی رہنمائی میں رہا۔

لیکن اس سب کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کا دینی شعور اور ان کی غیرت اسلامی دوسرے مسلم و عرب ممالک کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں اور فعّال رہی[1]۔

ہندوستانی مسلمانوں کا اس میدان میں حصہ اگرچہ ضرورت و زمانہ کے رقبہ کے لحاظ سے کم لیکن دوسرے اسلامی ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

---

[1] اس پر اس واقعہ سے روشنی پڑتی ہے کہ صوبجات متحدہ آگرہ واودھ کے لفٹنٹ گورنر سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) نے جب اپنی مشہور انگریزی کتاب (LIFE OF MOHAMET) لکھی، جس میں مسیحی تعصب سے کام لیا گیا تھا، اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، تو سرسید احمد خاں (جو جدید مغربی تعلیم کے اولین نقیب تھے، اور ان کے اور انگریزی حکومت کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے) اس کو برداشت نہ کر سکے، انھوں نے ١٨٦٩ء میں اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے لندن کا سفر کیا، اور اس کی خاطر اپنا بہت سا مال واثاثہ فروخت کر دیا، ان کی کتاب خطبات احمدیہ غالباً اس میدان میں عالم اسلام میں اس نوع کی پہلی کوشش تھی جس کی اہمیت اور افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علمی بنیادوں پر عیسائیت کی تنقید کا کام

اسی دینی غیرت وحمیت کا جو ہندوستانی مسلم قوم کا طرۂ امتیاز رہا ہے، یہ نتیجہ ہے کہ مسیحیت کے رد اور عہد قدیم وعہد جدید تورات وانجیل پر فاضلانہ تنقید کے سلسلہ کی سب سے اہم اور وقیع کتابیں اسی ملک میں مرتب ہوئیں، ہندوستانی مسلم قوم نے مشنری چیلنج کا دوبدو مقابلہ کیا، اور اس رزمگاہ میں (ان نازک حالات[1] کے باوجود جن سے کسی دوسرے مسلم ملک کو واسطہ نہیں پڑا تھا) سب سے پہلے قدم رکھا۔

اس اقدامی (نہ کہ دفاعی) تحریک کی قیادت وسربراہی کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایسے باصلاحیت افراد پیدا فرمائے، جنھوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں، ان میں ... سرفہرست مجاہد وقت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۳۳ـ ۱۳۰۸ھ) کی شخصیت ہے، جن کے اندر اس عظیم کام کے انجام دینے کے لئے (انگریزی زبان سے براہ راست واقفیت کے ماسوا) تمام علمی مناظرانہ اور خداداد صلاحیتیں موجود تھیں، اس کمی کو پورا کرنے کی خاطر اللہ تعالےٰ نے انھیں ایک غیر تمند وباحمیت مسلمان ڈاکٹر محمد وزیر خاں اکبرآبادی کی خدمات اور معاونت نصیب فرمائی، جنھوں نے ۱۸۳۲ء میں لندن کا سفر ڈلیسن کی تعلیم کی غرض سے کیا، اور اس میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی، انگریزی میں مہارت بہم پہونچائی، یونانی زبان سیکھی اور

[1] انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے حاصل کی تھی، انھیں نے ۱۸۵۷ء کے رستخیز میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا، اور انگریز اس حقیقت کو خوب جانتے تھے کہ مسلمان دینی وسیاسی دونوں حیثیتوں سے ان کے اصل حریف ہیں، اس لئے ان کے غم وغصہ کا زیادہ تر رخ مسلمانوں ہی کی طرف تھا، اور ان کی مشنری سرگرمیوں کا میدان مسلمان ہی تھے۔

مسیحیت کا اس کے اصل مآخذ سے مطالعہ، اور ان کتابوں کے حصول کا خاص اہتمام کیا اور یہ قیمتی کتب خانہ اپنے ساتھ ہندوستان لائے، اس سے مولانا رحمت اللہ صاحب نے پورا استفادہ کیا، اور پھر پادری فنڈر (DR. C. G. PFANDER) سے مناظرہ کر نا طے کیا، جس نے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو چیلنج کر رکھا تھا، اور اپنی کتاب میزان الحق[1] لکھ کر یہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں میں اس کے جواب کی طاقت نہیں، یہ تاریخی مناظرہ ۱۱ر رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء اکبر آباد آگرہ کے ایک محلہ "عبد المسیح" میں منعقد ہوا، مناظرہ میں ضلع کے حکام، انگریزی چھاؤنی کے انگریز افسر و ملازمین اور شہر کے معززین شریک ہوئے، مناظرہ کا اختتام اس طور پر ہوا کہ پادری فنڈر نے انجیل کے آٹھ مقامات پر تحریف ہونے کا اعتراف کیا، دوسرے دن مجمع بہت زیادہ اکٹھا ہو گیا، انگریز حکام، عیسائی، ہندو، سکھ بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے مناظرہ میں پادری کی کمزوری اور ہٹ دھرمی کھل کر سامنے آئی، تیسرے دن پادری مناظرہ کے لئے نہیں آیا، پھر اس کا یہ حال ہو گیا کہ جہاں اس کو مولانا رحمت اللہ صاحب کے موجود ہونے کا پتہ چلتا وہاں سے روانہ ہو جاتا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے خلیفۃ المسلمین سلطان عبد العزیز اور صدر اعظم خیر الدین پاشا کی تجویز پر اظہار الحق[2] تصنیف فرمائی، مولانا ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تھے، وہ ۱۸۶۴ء میں خلیفۃ المسلمین کی طلب پر قسطنطنیہ تشریف لے گئے، اور ۱۲۸۰ھ میں

---

[1] اس کتاب کا آٹھواں ایڈیشن ۱۸۴۹ء میں آگرہ سے، اردو میں تیسرا ایڈیشن ۱۸۵۰ء میں اور انگریزی ترجمہ ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔

[2] اثبات حقانیت اسلام اور عیسائیت کی تنقید کے موضوع پر مولانا رحمت اللہ صاحب کی تین اور کتابیں ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں ازالۃ الاوہام، ازالۃ الشکوک اور اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث۔

قسطنطنیہ میں یہ کتاب تصنیف فرمائی، علامہ ابن تیمیہؒ نے الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح میں جس طرح حملہ آورانہ طریقۂ کار اور اسلوب اختیار کیا ہے اسی طرح مولانا نے بھی اس کتاب میں یہ اسلوب اختیار کیا، اور بائیبل کی ان غلطیوں، بیانات اور مضامین کے کھلے ہوئے تعارض اور روشن بدیہیات کے خلاف جو باتیں اس میں آئی ہیں، ان کی نشاندہی کی جس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی، انھوں نے ریاضی کے نتائج کی طرح کے نتائج سامنے رکھ دیئے جن میں قیل وقال کی گنجائش نہیں، انھوں نے مسیحی عقیدۂ تثلیث کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر اس پر بڑی عالمانہ تنقیدیں کیں، اور اسی کے ساتھ قرآن پاک کے اعجاز اور اس کے مُنزّل من اللہ ہونے کا علمی وعقلی ثبوت دیا، سیرت نبوی معجزات اور ان بشارتوں کا بھی تذکرہ کیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آئی ہیں، اس کتاب کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا، انگلینڈ کے ایک بڑے اخبار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"اگر لوگ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے تو دنیا میں مسیحیت کی ترقی نہ ہوسکے گی"[1]

ہندوستان کے اور دوسرے علماء نے بھی مسیحیت کی تردید، اور بائیبل پر تنقید کے سلسلہ میں اہم اور قابل قدر علمی اور تنقیدی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، ان میں مولانا سید آل حسن موہانی (م ۱۲۸۷ھ) مصنف کتاب الاستفسار اور الاستبشار مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی (م ۱۳۲۰ھ) مصنف بشریٰ جنھوں نے عبرانی زبان کا نہ صرف مطالعہ بلکہ اس میں کمال بہم پہونچایا، سرفہرست آتے ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالحق حقّانی، مولف تفسیر حقّانی، مولانا سید محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماءؒ قاضی محمد سلیمان منصورپوری مصنف رحمۃ للعالمین پروفیسر سید نواب علی

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ اظہار الحق طبع حکومت قطر ۱۹۸۱ء۔

مصنف "تاریخ صحف سماوی" اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ان علماء میں ہیں، جنھوں نے اس موضوع کی طرف توجہ کی اور وقت کی ضرورت پوری کی۔

اس طرح ہندوستان میں خاص اسباب کی بناء پر، جنھیں مسلمانوں کی دینی وملّی حمیّت اور عیسائیت کے جارحانہ طرزِ عمل کو خاص دخل ہے، عیسائیت کے خلاف ایک قابلِ قدر کتب خانہ تیار ہوگیا۔

ایک صدی کا حاصل

اگر ہندوستان کے مسلمانوں کی انگریزی زبان کی طرف توجہ اور اس کی تعلیم سے دلچسپی اور اہتمام کی ابتدا ۱۸۷۵ء سے تسلیم کی جائے، جبکہ علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم قائم کیا گیا تھا، اور ۱۹۸۱ء تک اس سلسلہ کو کھینچا جائے[1]، تو صاف نظر آئے گا کہ اس مدت میں ہندوستان کی ملت اسلامیہ نے ایسے کئی افراد پیدا کئے، جو اہلِ زبان کی طرح انگریزی میں لکھتے اور بولتے تھے، اس ایک صدی کی طویل مدت کے اعتبار سے انگریزی زبان میں ان کی تصنیفات، تعداد میں اگرچہ کم ہیں، لیکن اپنی علمی قدر و قیمت، اور زبان کی خوبی کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہیں، اور دوسرے اسلامی ممالک کے مقابلہ میں ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔

ہندوستانی مصنفین کی چند ممتاز انگریزی تصنیفات

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہمیں انگریزی کے

---

[1] دار المصنفین کا یہ سیمینار فروری ۱۹۸۲ء کے آخری ہفتہ میں منعقد ہو رہا تھا۔

ایسے مسلمان مصنّفین نظر آتے ہیں، جنھوں نے تاریخ اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کے موضوع پر ایسی کتابیں تصنیف کیں جن کی زبان کی حلاوت و قوت سے خود اہلِ زبان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، اور جنھوں نے اپنے قیمتی مواد اور دلکش اسلوب بیان سے یورپ کے اہل نظر کو بھی اپنی طرف متوجہ کرلیا، ان میں سرفہرست رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی ہیں جنھوں نے THE SPIRIT OF ISLAM (روح اسلام) تصنیف کی اگرچہ ان کے افکار و خیالات سے کلیۃً اتفاق مشکل ہے، تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ اس کتاب نے برطانیہ کے علمی و ادبی حلقوں کو اعتراف و تحسین اور اعلیٰ تعلیمیافتہ انگریزوں کی ایک تعداد کو اسلام کی صداقت و حقانیت تسلیم کرنے پر مجبور کیا، مستشرق (OSBORN) اس کتاب کے بارے میں لکھتا ہے:-

"یہ کتاب یقیناً داد و تحسین کی مستحق ہے، اس کا طرز بیان بتاتا ہے کہ مصنف کو انگریزی زبان پر بھرپور قدرت ہے، کم ایسے اہلِ زبان ہوں گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کرسکیں، یہ اسلوب ان عیوب و نقائص سے پاک ہے، جن میں ہندوستان کے انگریزی تعلیمیافتہ عام طور پر مبتلا ہیں، مسلمانانِ ہند کو مبارک ہو کہ ان میں ایسے افراد بھی ہیں جو اس مقام پر فائز ہیں، یہ ناممکن ہے کہ جس کا نقش اول یہ کتاب ہو وہ مستقبل میں فعال کردار اور گہرے اثرات نہ چھوڑے، جہاں تک کتاب کے موضوع کا تعلق ہے، ہم بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں، اور اپنا نقطۂ نظر اور وجہ اختلاف بعد میں ذکر کریں گے۔"[1]

---

[1] ماخوذ از زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث از ڈاکٹر احمد امین ص ۱۴۰

سید امیر علی کی دوسری کتاب A SHORT HISTORY OF THE SARACENS (مختصر تاریخ عرب) بھی طویل زمانہ تک زبان کی سلاست و روانی، عمدہ طرز نگارش اور اعتدال و توازن کی بناء پر مقبول عام رہی۔

دوسرے مسلمان مصنف جن کی شہرت ہندوستان سے متجاوز ہو کر دوسرے ممالک تک پہونچی صلاح الدین خدابخش ہیں، جنھوں نے اسلامی موضوعات پر کئی اہم کتابوں کا جرمن سے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، ان کی براہ راست انگریزی تصنیفات اور مجموعہ مقالات میں زیادہ مشہور (CONTRIBUTION TO THE HISTORY OF ISLAMIC CIVILIZATION)[1] (اسلامی تہذیب و تمدن کی تاریخ پر ایک نظر) کی دوسری جلد اور (ESSAYS, INDIA – ISLAMIC)[2] - (ہندوستان اور اسلام - چند مضامین و مقالات) ہیں، اگرچہ ان کے بہت سے افکار و خیالات سے جن میں تجدد اور مغربی خیالات سے تاثر صاف طور پر نمایاں ہے، تعلیمات اسلام اور تاریخ اسلام سے براہ راست واقفیت رکھنے والے متفق نہیں ہو سکتے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے برطانیہ کے علمی حلقوں سے داد و تحسین حاصل کی۔

اس دور۔یعنی انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل۔کے ان مسلمان مصنفین کی جنھوں نے اسلامیات پر انگریزی میں کتابیں لکھیں، یہ نمایاں کمزوری رہی ہے کہ وہ مغرب، مغربی فلسفہ، اور مغرب کے طبیعیاتی علوم سے جو ابھی تک طفولیت کے مراحل سے آگے نہیں بڑھے تھے، بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں، ان کے ہاں غیبی حقائق،

---

[1] مطبوعہ کلکتہ یونیورسٹی، کتاب کی پہلی جلد وان کریمر (VON KREMER) کی جرمن کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے۔ [2] یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں تصنیف کی گئی۔

معجزات، ماوراء طبیعیات اشیاء کی دوراز کار تاویلات، ایک طرف یہ سائنسی معلومات وانکشافات اور طبیعیاتی اصول و ضوابط اور دوسری طرف ان سماوی حقائق کے درمیان تطبیق، اسلامی و مغربی تہذیب و تمدن کو ہم آہنگ کرنے کی مضطربانہ کوششیں پائی جاتی ہیں، مزید برآں اس طرح کی اکثر کتابیں معذرت آمیز (APOLOGETIC) اور مدافعانہ (DEFENSIVE) اسلوب میں لکھی گئی ہیں۔

ان دو مصنفین کے بعد انگریزی میں لکھنے والے قابل ذکر مصنفین میں جن کے علم و فضل، گہرے مطالعہ اور تفکر نے بیرونی علمی دنیا کو متوجہ کیا، اور بلند پایہ اہل قلم اور اہل فکر نے اپنی تصنیفات اور مضامین میں ان کے حوالہ دیئے، ڈاکٹر سر محمد اقبال اور ان کی فکر انگیز کتاب (RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM) (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) جو ان کے مدراس کے لکچروں کا مجموعہ ہے، خاص طور پر نمایاں ہے (بعض عقائد اور دینی حقائق کی تفہیم و تشریح میں فلسفیانہ غلو کے باوجود جس سے اتفاق مشکل ہے)[1]

دوسرے علامہ عبداللہ یوسف علی ہیں، جن کے انگریزی ترجمہ قرآن کو صفائی زبان، ادبی چاشنی، طاقتور اسلوب اور مترنم انداز بیان کی وجہ سے یورپ و امریکہ میں مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس کے متعدد ایڈیشن پاکستان، سعودی عرب، اور دوسرے اسلامی ممالک سے شائع ہوئے ہیں، اسی طرح ایم۔ ایم پکتھال (M. M. PICKTHALL) کا انگریزی ترجمہ گو اس میں بعض اغلاط پائے جاتے ہیں، کی زبان کی شیرینی اور اہل زبان کی سلاست و طلاقت کی بناء پر انگریزی بولنے والے ملکوں میں خاصی پذیرائی ہوئی۔

قرآن کے انگریزی تراجم کے اس تذکرہ میں بڑی ناسپاسی اور ناانصافی ہوگی،

---

[1] خود ان کے مداح و ممدوح مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کے بعض شاذ افکار و خیالات سے اختلاف ظاہر کیا ہے۔

اگر ہم اردو کے مسلّمہ ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی کے انگریزی ترجمۂ قرآن کا تذکرہ نہ کریں، اس ترجمہ کی اہمیت و وقعت ان معلومات افزا حواشی اور نوٹس کی بناء پر ہے جو بائبل اور قرآن کے مشترک مقامات، شخصیات اور واقعات پر نئی تحقیقات اور مذاہب و عقائد کے گہرے تقابلی مطالعہ کا نتیجہ ہے، مولانا نے اس سلسلہ میں نئے علمی مواد اور مسیحی اور یہودی ماخذ سے پورا فائدہ اٹھایا ہے، اور اس مطالعہ اور تحقیق کا نچوڑ ان حواشی میں رکھ دیا ہے، اور اس سے قرآن کے علوم و حقائق کو ثابت کرنے اور قرآن کے اعجاز کو واشگاف کرتے میں اس سے پورا فائدہ اٹھایا، یہ وہ پہلو ہے جس میں وہ اپنے تمام ہم عصر مترجمین قرآن سے فائق نظر آتے ہیں، افسوس کی بات ہے کہ ابھی تک اس ترجمہ کو وہ مقام نہیں دیا گیا جس کا وہ مستحق تھا۔[1]

اسلام اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم۔ کے تعارف کے سلسلہ میں احمدیوں کی ابتدائی مساعی

لاہور کی جماعت احمدیہ نے تعلیمیافتہ طبقہ کے لئے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے کام سے خاص دلچسپی لی، ان کے کام کو ہند و بیرون ہند کے تعلیمیافتہ طبقہ میں انگریزی زبان میں ہونے اور اچھے انداز میں پیش کئے جانے کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی، ان مصنفین میں سر فہرست خود جماعت احمدیہ لاہور کے بانی و امیر مولوی محمد علی لاہوری[2]

---

[1] تاج کمپنی نے اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن شائع کیا تھا، مولانا نے اس پر مفصل نظر ثانی فرمائی، اب مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ اس کا دوسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کر رہی ہے۔

[2] قادیانیوں سے (جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کے صراحت کے ساتھ قائل ہیں) سے الگ ہونے والی شاخ کے یہ صدر تھے، اس شاخ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد اور مصلح اعظم تھے،

(باقی ص ۳۳ پر)

ہیں، جنھوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا جدید تعلیمیافتہ حضرات نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کے قلم سے جو تشریحات و حواشی نکلے ان سے ایسے بہت سے افراد متاثر ہوئے، جن کا اسلام اور علوم اسلام کا مطالعہ براہ راست اور گہرا نہ تھا، اور جو جدید نظریات و تحقیقات اور سائنس کی ترقی سے مرعوب تھے، اور جن کو ایسی کتابوں اور اسلام کی ایسی تشریحات کی تلاش تھی، جو ان کی علمی و مذہبی پیاس بجھا سکے، ان کے تفسیری نوٹس میں معجزات اور غیبی حقائق کو طبعی اشیاء اور عام قانون قدرت کے تابع بنانے کا رنگ، مبالغہ آمیزی و انتہا پسندی کی حد تک غالب ہے، خواہ ایسے موقعوں پر عربی زبان اور قرآنی الفاظ ساتھ نہ دے سکیں[1]، انھوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ طبیعیات کا علم اور اس کی تحقیقات تغیر پذیر ہیں، اور وہ ابھی طفولیت کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کی ایک کتاب سیرت نبوی کے موضوع پر (MUHAMMAD THE PROPHET) کے نام سے ہے، جو ہند و بیرون ہند میں وسیع پیمانہ پر پڑھی گئی، اور تعلیمیافتہ نوجوان،

(باقی ص۳۲ کا) اسی کے ساتھ وہ مسیح موعود تھے، یہاں تک وہ قادیانیوں سے متفق ہیں، عام مسلمان احمدیوں کو بھی غیر اسلامی اقلیت سمجھتے ہیں، پاکستان کی سرکاری قرارداد میں اس بات کی تصریح ہے، جماعت احمدیہ کے عقائد و خیالات معلوم کرنے کے لئے مصنف کی کتاب "قادیانیت: ایک جائزہ ایک مطالعہ" کے باب "لاہوری شاخ" کا مطالعہ مفید ہوگا۔ [1] اس کے دلچسپ نمونے ہماری کتاب قادیانیت کی تیسری فصل "لاہوری شاخ" میں دیکھے جا سکتے ہیں:

اس موقعہ پر اس علمی اور تاریخی حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کے داعی اول اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں مرحوم سب سے پہلے شخص ہیں، جنھوں نے یہ راستہ کھولا، اور اپنی تفسیر قرآن تفسیرات احمدیہ میں یہ خیالات ظاہر کئے، ان کے بعد آنے والوں نے عموماً انھیں کی خوشہ چینی کی اور ان کے مسلک کو اختیار کیا، اور پھر اکثر جیسا کہ ایسے رجحانات کا طبعی تقاضہ ہے ان سے بھی بہت آگے بڑھ گئے۔

اور یونیورسٹیوں کے ان اساتذہ نے اسے پسند کیا، جن کے سامنے سیرت پر انگریزی میں کوئی اور ایسی کتاب نہ تھی جو نبوت محمدی کی عظمت اور پیغام اسلام سے پردہ اٹھاتی، اور اس ماحول و حالات کی تصویر کشی کرتی جن میں نبوت کا ظہور ہوا، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرتی اس صورت حال سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ صحیح اسلامی کتابوں کا وجود جن سے نوجوان اور تعلیمیافتہ افراد اسلام اور پیغامبر اسلام۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سے متعارف ہو سکیں، از حد ضروری ہے، کیونکہ اگر مکمل قابل اعتبار اور معیاری تصنیفات موجود نہیں ہیں، تو یہ طبقہ اپنی پیاس ان کتابوں سے بجھائے گا، جو بآسانی میسر ہو جاتی ہیں، اور جن میں صحیح الخیال طبقہ اور علمائے دین کو قابل اعتراض چیزیں نظر آتی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کے بعد ان کے رفیق و ہمعصر اور انگلینڈ میں مشہور و معروف مبلغ اسلام اور انگریزی کے زبان آور خطیب خواجہ کمال الدین نے اس میدان میں خصوصی شہرت حاصل کی، اس سلسلہ میں ان کی دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ایک THE IDEAL-PROPHET (مثالی نبی) دوسری SOURCES OF CHRISTIANITY (ینابیع المسیحیت) یہ بھی اپنے رفیق و امیر مولوی محمد علی لاہوری کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کے معتقد و مرید تھے، لندن کا WOKING MISSION سنٹر عرصہ تک ان کی زیر نگرانی اور سرپرستی میں کام کرتا رہا[1]۔

معاصر مصنفین

مغربی زبانوں کے مصنفین کی اس پہلی نسل سے ہم آگے بڑھیں تو معاصرین میں

---

[1] اب وہ اہلسنت والجماعت اور جمہور مسلمین کے نمائندوں کے انتظام میں آگیا ہے۔

فاضل گرامی ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی مقیم حال پیرس، نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں، جن کے علمی کاموں کی شہرت مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہے، انھوں نے قرآن مجید کا فرنچ میں ترجمہ کیا، جس نے فرانس کے علمی حلقوں میں قبول عام اور اعتماد حاصل کیا، ان کی تصنیفات میں سے دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ایک INTRODUCTION TO ISLAM (اسلام کا تعارف) اور دوسری MOHAMMAD RASOOLULLAH (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان دونوں کتابوں کے ذریعہ ہزاروں انگریزی داں حضرات کو اسلام اور پیغامبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے واقف اور لذت آشنا ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن ان کی وہ کتاب جو ان کے فضل و کمال اور بحث و تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے، وہ صحیفۂ ہمّام بن منبّہ ہے جس میں انھوں نے طاقتور اور واضح دلائل سے یہ ثابت کیا ہے، کہ جمع و تدوین حدیث کا کام عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شروع ہو چکا تھا، اور وہ مسلسل بغیر کسی انقطاع کے مصنفین صحاح و سنن کے زمانہ تک جاری رہا، فاضل محقق نے اس کتاب میں نہ صرف علم حدیث کی، بلکہ اسلام کی عظیم خدمت انجام دی، جو تمام مسلمانوں کے شکر و اعتراف اور تحسین و آفریں کی مستحق ہے، ان کی دو اور کتابیں عہد نبوی کا پہلا سیاسی دستور اور عہد نبوی کے میدان جنگ بھی بحث و تحقیق کا اچھا نمونہ ہے۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر مصطفےٰ اعظمی کی خدمات سے بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیقات کو تاریخی دستاویزوں اور شہادتوں سے اور زیادہ مدلل اور محکم بنا دیا۔ STUDIES IN EARLY HADITH LITERATURE (ابتدائی ذخائر حدیث کے مطالعے) لکھ کر اس علمی دعوی کو زیادہ تفصیل اور مدلل طور پر ثابت کر دیا کہ تدوین حدیث کا کام مسلسل طور پر جاری رہا، اور اس کی عمر اس سے کہیں زیادہ ہے

جتنی کہ بتائی جاتی ہے۔

ہندوستان میں اسلامیات پر انگریزی میں لکھنے والوں کی فہرست طویل ہے، نمایاں لکھنے والوں میں مثال کے طور پر OUTLINES OF ISLAMIC CULTURE کے مصنف ایم۔ اے شوستری، اور THE MUJADDID'S CONCEPTION OF TAUHID کے مصنف ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، نیز حافظ غلام سرور، ڈاکٹر سید عبداللطیف حیدرآبادی (جنھوں نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا) سر امین جنگ، ڈاکٹر میر ولی الدین، پروفیسر ظہیر الدین فاروقی[1]، سید مظفر الدین ندوی[2]، فضل کریم صاحب، سید اطہر حسین، سید محی الدین وغیرہ ہیں، لیکن یہ تصنیفی و تحقیقی کام اس زمانی رقبہ کے اعتبار سے کم ہے، جو پوری ایک صدی (۱۸۷۵ء سے ۱۹۸۱ء) پر محیط ہے۔

بعض نو مسلم مصنفین کی طاقتور اور موثر تصنیفات

یہ حقیقت بڑی تعجب خیز اور اسلام کی قوت تسخیر اور اس کی نئی نئی فتوحات کی دلیل ہے کہ ایک نو مسلم انگریزی زبان میں ایسی کتابیں لکھتا ہے، جو ایمان افروز، روح پرور اور خود مسلمانوں میں خود اعتمادی اور نیا ایمان پیدا کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے ——— میری مراد محمد اسد صاحب سے ہے، جن کا نام مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے LEOPOLD WEISS تھا، جرمنی کے ایک یہودی خاندان سے ان کا تعلق ہے، ان کی کتاب ISLAM AT THE

---

[1] عالمگیر اورنگ زیب کے حالات پر (جن کی ذات غیر مسلم مورخین کے اعتراضات والزامات کا عرصہ سے نشانہ بنی ہوئی ہے) ان کی فاضلانہ کتاب AURANGZEB AND HIS AGE ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے اور اس موضوع پر امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ [2] ان کی کتاب MUSLIM THOUGT AND ITS SOURCE (فکر اسلامی اور اس کے سرچشمے) اپنے موضوع پر ایک ممتاز تصنیف ہے۔

CROSSROADS (اسلام دوراہے پر) نے نہ صرف ایشیاء بلکہ پورے عالم اسلام میں مسلمانوں کے نئے تعلیمیافتہ اور صاحب فکر طبقہ میں اپنے دین وتہذیب کی طرف سے خود اعتمادی اور یقین کی روح پھونک دی، ایک طویل زمانہ سے عالم اسلام میں سنّت نبوی اور اسلامی تہذیب وتمدن کا علمی وفکری طور پر اس طرح دفاع نہیں کیا گیا، اور اس کے مقدمہ کو (کم سے کم کسی مغربی زبان میں) اس طاقت سے پیش نہیں کیا گیا جیسا کہ اس کتاب میں، کسی یورپین مصنف نے ابھی تک اسلامی ومغربی تہذیب کے نقطہائے اتفاق واختلاف کو اس تفصیل و وضاحت سے بیان نہیں کیا تھا، اور مغربی تہذیب کی ایسی جرأتمندانہ تنقید نہیں کی تھی، جیسی کہ محمد اسد صاحب نے اس کتاب میں کی ہے، مصنف نے یہ کتاب ہندوستان کے دوران قیام میں تصنیف کی، بیروت کے فاضل ادیب ومورخ استاذ عمر فرُّوخ نے الاسلام علی مفترق الطرق کے نام سے اس کا ترجمہ کیا جس کے کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

محمد اسد صاحب کی دوسری کتاب جس کو یورپ وامریکہ میں بڑے شوق ودلچسپی سے پڑھا گیا وہ ROAD TO MECCA ہے جس میں مصنف نے اسلامی تہذیب وتمدن کے محاسن وخصائص اور اسلام کی صداقت وعظمت کو بڑی مہارت اور سبک دستی کے ساتھ پیش کیا ہے، اور اسلامی معاشرہ اور مسلمان ملکوں کی تہذیبی خصوصیات کی دلآویز طریقہ پر تصویر کشی کی ہے جس کا تجربہ اور مشاہدہ اپنی ایک صحافتی مہم کے دوران ان کو ہوا، صحرائے عرب کے ایک پُرخطر سفر میں پیش آنے والے ذاتی تجربات کے پردہ میں وہ بہت سی ایسی حقیقتیں بیان کر گئے ہیں، جو ایک کھلے ہوئے دعوتی اور تبلیغی پیرایہ میں بیان نہیں کی جا سکتیں، پھر یہ کتاب اعلیٰ ادبی زبان میں لکھی گئی ہے، اس کتاب کا عربی ترجمہ

الطریق الی مکہ کے نام سے ہوا، اردو ترجمہ "طوفان سے ساحل تک" کے عنوان سے مولوی محمد الحسنی مرحوم مدیر البعث الاسلامی نے مولف کی اجازت سے کیا، اور "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ" سے شائع ہوا ہے۔[1]

اسلامی موضوعات پر انگریزی زبان میں تصنیفات کے اس تذکرہ میں نومسلم خاتون مریم جمیلہ کی نگارشات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، جو ایک اعلیٰ درجہ کی تعلیمیافتہ اور وسیع مطالعہ رکھنے والی امریکی خاتون ہیں، اسلام سے مشرف ہونے سے پہلے ان کا نام MARGARET MARCUS تھا، ان کے مضامین اور تصنیفات کی بنیاد مغربی تہذیب کے عمیق مطالعہ اور اس کے ذہنی اثرات سے نہ صرف مکمل آزادی بلکہ بیزاری اور بغاوت پر قائم ہے، ان کی دو کتابیں ISLAM VERSUS THE WEST (اسلام یورپ کے مقابلہ پر) اور ISLAM AND MODERNISM (اسلام اور تجدد پسندی) ان اہم کتابوں میں ہیں جن میں صاف طور پر سلامت فکر، عمیق مطالعہ اور اسلامی بصیرت جھلکتی ہے، مغربی تہذیب کی تنقید اور تجدد پسند تحریکوں پر تبصرہ کے سلسلہ میں ان کا قلم بڑا طاقتور اور بے لوچ ہے۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ اور اس کی خدمات

جدید اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے سلسلہ میں (خاص طور پر انگریزی زبان میں) ندوۃ العلماء لکھنؤ کی "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام"، سب سے کم عمر، نوخیز اور کارگذار علمی مجلس (اکیڈمی) ہے، جو ۱۹۵۹ء میں قائم کی گئی، اس علمی ادارہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ

---

[1] کتاب کا ایک ہندی ترجمہ شائع ہو چکا ہے، دوسرا زیر ترتیب ہے۔

تعلیمیافتہ مسلمان نوجوانوں میں اسلام کی قائدانہ صلاحیت، اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس کی خاتمیت اور ابدیت پر اعتماد بحال کیا جائے اور وہ از سرِ نو اس حقیقت پر ایمان لائیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم "دانائے سُبل، مولائے کل، ختم الرسل" ہیں، اور ایسے تقابلی مطالعے اور علمی بحثیں پیش کی جائیں، جو ایک طرف اسلام کی صحیح ترجمانی کا فریضہ انجام دیں، اور دوسری طرف نئی نسلوں کے اطمینان اور ایمان کا سامان بھی فراہم کریں، مجلس کی ابتدا بہت چھوٹے پیمانہ پر اور بہت محدود وسائل کے ساتھ (جن کا اس جیسے وسیع علمی اور تحقیقی منصوبہ کے لئے تصور کرنا بھی مشکل ہے) ہوئی، لیکن صرف ربع صدی میں خدا تعالےٰ کے فضل بے پایاں سے مختلف زبانوں میں ۱۵۵ کتابیں اور رسائل شائع ہو چکے ہیں، جن میں سے پچاس۵۰ انگریزی میں، ۶۰ اردو میں، ۳۸ عربی میں اور ۷ ہندی زبان میں ہیں۔

مجلس کی قابل ذکر مطبوعات میں راقم سطور کی بعض تصنیفات کے انگریزی تراجم جیسے MUHAMMAD RASULULLAH ترجمہ نبی رحمتؐ THE FOUR PILLARS OF ISLAM ترجمہ ارکانِ اربعہ WESTERN CIVILIZATION ISLAM AND MUSLIMS ترجمہ اسلامیت و مغربیت کی کش مکش RELIGION AND CIVILIZATION ترجمہ مذہب و تمدن ISLAM AND THE WORLD ترجمہ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر SAVIOURS OF ISLAMIC SPIRIT اور ترجمہ تاریخ دعوت و عزیمت اور QADIANISM, A CRITICAL STUDY[1] ترجمہ قادیانیت: مطالعہ اور جائزہ اور THE MUSALMAN ترجمہ ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں وہ کتابیں ہیں

[1] اس کتاب کا ترجمہ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے کیا ہے۔

جو راقم سطور کے قلم سے ہیں، اور مجلس سے شائع ہوئی ہیں، ان کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی کی خطبات مدراس کا ترجمہ MUHAMMAD THE IDEAL PROPHET کے نام سے، خلفائے راشدین کے موضوع پر سید اطہر حسین صاحب کی کتاب THE GLORIOUS CALIPHATE اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی بعض تصنیفات کے تراجم جیسے معارف الحدیث کا ترجمہ MEANING AND MESSAGE OF THE TRADITIONS اسلام کیا ہے کا ترجمہ ?WHAT ISLAM IS دین و شریعت کا ترجمہ ISLAMIC FAITH AND PRACTICE قرآن آپ سے کیا کہتا ہے. کا ترجمہ THE QURAN AND YOU سید اطہر حسین صاحب کی کتاب THE MESSAGE OF QURAN۔

ان کے علاوہ تاریخ و ادبیات کے موضوع پر بھی کئی کتابیں شائع کی گئیں جن میں نقوش اقبال کا ترجمہ GLORY OF IQBAL مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی کتاب ہندوستان اسلامی عہد میں کا ترجمہ INDIA DURING MUSLIM RULE مقالہ نگار کی کتاب ہندوستانی مسلمان کا ترجمہ MUSLIMS IN INDIA محی الدین صاحب کی سید احمد شہیدؒ اور ان کی اصلاحی و جہادی تحریک پر مفصل و محققانہ کتاب SAIYID AHMAD SHAHID کے عنوان سے، اور راقم سطور کے یورپ و امریکا کی تقریروں کے مجموعے جیسے مغرب سے صاف صاف باتیں کا ترجمہ SPEAKING PLAINLY TO THE WEST اور نئی دنیا امریکا میں صاف صاف باتیں کا ترجمہ FROM THE DEPTH OF HEART IN AMERICA قابلِ ذکر ہیں۔

یہاں صرف انگریزی زبان میں شائع ہونے والی کتابوں کے تذکرہ پر اکتفا کیا گیا ہے، ان کتابوں کا جدید ادبی انگریزی

زبان میں[1] ترجمہ کا کام زیادہ تر ڈاکٹر محمد آصف قدوائی اور محی الدین صاحب نے انجام دیا ہے، اس علمی وادبی خدمت میں ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کا زیادہ تر حصہ رہا ہے، اور علمی ودعوتی حلقوں میں ان ترجموں کو پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور یورپ وامریکہ وافریقہ تینوں براعظموں میں ان ترجموں کی بڑی پذیرائی ہوئی، وہاں سے ان کی ایسی مانگ ہے کہ مجلس اپنے محدود وسائل کی بناء پر اس کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔

اردو زبان میں عظیم علمی وتحقیقی کام

اسلامی مقاصد کے تحت علمی موضوعات پر جو کچھ علمی اور اکیڈمی کام بیسویں صدی میں ہوا، اور جس کا بڑا حصہ تقسیم سے پہلے اور کچھ تقسیم کے بعد انجام پایا، اس کا تعلق انگریزی زبان سے ہے، اگر انگریزی زبان کے حدود سے تجاوز کرکے اردو زبان کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مطالعہ کی وسعت وگہرائی، تحریر کی سنجیدگی، مواد کی فراوانی اور استناد اور علمی قدر وقیمت کے لحاظ سے اردو کا اسلامی لٹریچر مسلمانوں کی دوسری زبانوں سے فائق ہے، قدیم دینی اور مشرقی مدرسے (اپنے وسیع مفہوم میں) کے ساتھ انتساب رکھنے والے علماء نے جدید طبقہ کے مقابلہ میں اپنی صلاحیت وقوتِ عمل کا زیادہ ثبوت دیا ہے، انھوں نے اس ذہنی اور تہذیبی ارتداد کا (جو بعض اوقات اعتقادی اور مذہبی ارتداد کی سرحدوں کو چھونے لگتا تھا) زیادہ پامردی، جفاکشی اور

---

[1] مجھ سے انگریزی کے ایک صاحبِ نظر اہل قلم نے کہا کہ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر) کا انگریزی ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ایک کامیاب مثال ہے، شاید کسی غیر انگریزی کتاب کا ترجمہ انگریزی میں اس سے بہتر ہوا ہو۔

قابلیت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی اور دار المصنفین

دار المصنفین (ہماری معلومات کی حد تک) سب سے پہلی علمی و تحقیقی اور غیر سرکاری اکیڈمی ہے جس کا قیام مغرب کے فکری حملوں اور مستشرقین کی مسموم تصنیفات اور مضامین کی تردید، تعلیمیافتہ نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات کی برتری پر مطمئن کرنے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت و سیرت، اور اس نسل کے کارناموں سے واقف کرانے (جس نے آغوش نبوت میں تربیت پائی تھی) اور اسلام کے علمی و تحقیقی سرمایہ سے متعارف کرانے کی خاطر عمل میں آیا۔

مشہور مسیحی مصری فاضل جرجی زیدان نے بیسویں صدی کے اوائل میں جب مصر سے اپنی مشہور کتاب (تاریخ التمدن الاسلامی) شائع کی، تو علمی حلقوں میں اس کی دھوم مچ گئی، جرجی زیدان کی، اس کتاب میں معلومات و مواد کی فراوانی کے ساتھ ساتھ اموی اور عباسی خلفاء کے ساتھ حق تلفی کا معاملہ اور بعض تاریخی حقائق کی تحریف سے کام لیا گیا تھا، اور کتب خانہ اسکندریہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آگ لگا دینے کی اس بے اصل داستان کو دہرایا گیا تھا، جو عرصہ سے مسیحی مؤرخین کا وتیرہ بن گیا تھا، اس کتاب کے مطالعہ سے علامہ شبلی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی، اور مولف کا علامہ کی تعریف و توصیف اوران کی کوششوں کو سراہنا، بعد مکانی اور خود مصر میں جید علماء کی موجودگی کوئی چیز بھی علامہ شبلی کی راہ میں حائل نہ ہو سکی، انھوں نے عربی زبان میں ۱۹۱۲ء میں الانتقاد علی التمدن الاسلامی کے نام سے کتاب لکھی جس میں پرزور دلائل سے ان الزامات کی تردید کی،

ہندوستان و مصر کے علمی حلقوں میں اس کتاب کو بہت پسند کیا گیا[1]، اور اہلِ حمیت اور عرب فضلاء و بالخصوص علامہ سید رشید رضا نے ان کی اس خدمت کا ممنونیت و تشکر کے ساتھ ذکر کیا۔

دبستانِ شبلی نے بحث و تحقیق، وسعتِ مطالعہ، قلم کی شائستگی اور تحریر کی شگفتگی کے دلآویز نمونے پیش کئے، اس مکتبِ فکر کے فضلاء نے عالمانہ و ادیبانہ طرزِ تصنیف و حسنِ ترتیب کے میدان میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے، انھوں نے علمی و تحقیقی بلکہ فلسفیانہ اور متکلمانہ مضامین کے لئے، وہ اسلوبِ تحریر اختیار کیا جو سنجیدہ اور عالمانہ مقاصد کے لئے ہر طرح موزوں تھا، جس میں زبان کی چاشنی، اور ادب و انشا کا حسن، صحیح تناسب کے ساتھ پایا جاتا ہے، یہ خصوصیت نئی نسل کے ان خوش مذاق نوجوانوں کے لئے باعث کشش بن گئی جو ادب و انشاء کی چاشنی کے بغیر کسی ٹھوس، غور طلب اور فکر انگیز مضمون یا کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتے، اس دبستان کی کتابوں اور مضامین نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلامی تہذیب و ثقافت، مسلمانوں کی تابناک تاریخ اور ان کی علمی و تمدنی خدمات کو اس طرح پیش کیا جس نے اسلام کی برتری اور عظمت اور اسلاف کی ذہنی اور انسانی بلندی پر اس کا اعتماد جو جدید تعلیم اور مغربی لٹریچر کے اثر سے متزلزل ہو رہا تھا، بحال کر دیا، اور اس احساسِ کہتری کو دور کرنے میں موثر رول ادا کیا، جو ۱۸۵۷ء کے بعد اس میں پیدا ہو گیا تھا۔

ان مصنفین کی تصنیفات اور مضامین کی دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کی بحث و تحقیق میں براہ راست واقفیت، اور اصلیت (ORIGINALITY) پائی جاتی ہے،

---

[1] یہ کتاب پہلی مرتبہ آسی پریس لکھنؤ سے بڑی تقطیع کے ۸۲ صفحات پر شائع ہوئی۔

جو ان کی عربی و فارسی زبانوں پر قدرت اور اصل مآخذ سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت اور علوم اسلامیہ کی باقاعدہ تحصیل کا نتیجہ تھی، اور جس کی کمی مستشرقین کے خوشہ چینیوں اور بالواسطہ (SECOND HAND) معلومات رکھنے والوں میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

علامہ شبلی کا (جو دار المصنفین کے خیال و منصوبہ کے اصل محرک ہیں[1]) سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر قدیم وجدید طرز کے عام مصنفین کی روش اور طریقہ سے ہٹ کر وسیع تخیل اور ہمہ گیر و مکمل خاکہ کے ساتھ کام شروع کیا جس کو ان کے نادرۂ روزگار تلمیذ و جانشین مولانا سید سلیمان ندوی نے اور زیادہ وسعت دے کر سات جلدوں میں مکمل کیا۔ اس سلسلہ کی پہلی جلد مکمل علامہ شبلی کے قلم سے ہے، دوسری جلد میں مولانا سید سلیمان ندوی کے اضافے ہیں، بقیہ جلدیں ان ہی کے رواں اور شاداب قلم کا نتیجہ ہیں، تیسری جلد کا تعلق دلائل و معجزات نبوی سے ہے، چوتھی جلد منصب نبوت، نبوت کے خصائص، بعثت محمدی کے وقت جزیرۃ العرب اور متمدن دنیا کے حالات، اور اسلامی عقائد سے تفصیلی بحث کرتی ہے، پانچویں جلد عبادات بدنی، مالی، قلبی کے ساتھ مخصوص ہے، چھٹی جلد اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور اس کے اخلاقی فلسفہ سے متعلق ہے، اس موضوع پر ہمارے علم میں اس تفصیل اور دیدہ ریزی سے کم لکھا گیا ہے، ساتویں اور آخری جلد معاملات اور سیاست کے موضوع پر ہے اور اس طرح یہ کتاب سیرت و تعلیمات نبوت کا

---

[1] دار المصنفین کا قیام علامہ شبلی کے دل کی آرزو تھی، اور اس کا منصوبہ انھوں نے خود بنایا، اس کے لئے اعظم گڑھ میں اپنی مملوکہ جائداد وقف کی، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی، اس کا قیام ان کے تلمیذ رشید اور جانشین مولانا سید سلیمان ندوی کے ہاتھوں ان کی وفات (۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء) کے چند روز بعد ہی عمل میں آیا، اس کے پہلے صدر مولانا حمید الدین فراہی ناظم مولانا سید سلیمان ندوی اور مہتمم امور مولانا مسعود علی ندوی قرار پائے۔

ایک جامع تعارف اور ایک چھوٹا انسائیکلوپیڈیا بن گیا ہے۔

علامہ شبلی کی زندہ جاوید تصنیفات میں ان کی کتاب الفاروق خاص اہمیت رکھتی ہے، اس کو ان کی انشا پردازی کا شاہکار کہا جاسکتا ہے، اس کتاب نے بہت سے جدید تعلیمیافتہ مسلمان نوجوانوں کے دل میں اسلام کی محبت کا بیج بویا اور ایمان کی آبیاری کی، اور وہ مغرب کے فکری و تہذیبی حملوں کا مقابلہ کرنے کا ذریعہ بنی، علامہ موصوف کے سوانح و سیرت نگاری کے اس مفید سلسلہ میں الغزالی سوانح مولانا روم المامون اور سیرت النعمان بھی شامل ہیں جو تذکرہ اور سوانح کی ترتیب کا جدید اور قابل تقلید نمونہ ہیں، ان کے تلامذہ نے اسلامی تاریخ کی جو قدیم کتابوں کے صفحات اور شکنوں میں بھولی بسری اور کتابوں کے ڈھیر میں دبی پڑی تھی، عصری اسلوب، اور جیتی جاگتی زبان میں تشکیل جدید کا کام کیا، جس کا نمونہ اسوۂ صحابہ اسوۂ صحابیات سیر الصحابیات خلفائے راشدین مہاجرین انصار سیر الصحابہ اہل کتاب صحابہ و تابعین، اور سیرۃ عمر بن عبد العزیز اور تاریخ اسلام میں دیکھا جاسکتا ہے۔

علامہ شبلی کی شعر العجم فارسی شعر و شاعری کی تاریخ، تحلیل و تنقید اور مختلف شعراء کے خصوصیات کلام اور محاسن شاعری کے موضوع پر ایسی امتیازی حیثیت رکھتی ہے کہ اس سے جزئی اختلاف اور اس کے بعض مضامین پر تنقید نے بھی اس کی اہمیت کم نہیں کی، اس طرح ان کی کتاب الجزیۃ فی الاسلام حقوق الذمیین جو اسلامی جزیہ کی حقیقت، ذمیوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں سے بحث کرتی ہے، کتب خانہ اسکندریہ اور اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر خواص و عوام میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں اور افترا پردازیوں کا پردہ چاک کرتی ہے، اور تاریخ کے روشن حقائق کے چہرہ سے نقاب اٹھاتی ہے،

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل سے (جو اسلامی ممالک میں یورپین سامراج کا زمانہ ہے) تاریخ اسلام، اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی نظام حکومت، اور اسلامی حکومتوں میں غیر مسلم محکوموں کے ساتھ سلوک و برتاؤ سے متعلق طرح طرح کے شبہات پیدا کر دیئے گئے تھے، اور تاریخ کو شک آفرینی، اعتقادی تزلزل اور ذہنی مرعوبیت کا ایسا ہی ذریعہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی، اور اس سے وہی کام لیا جانے لگا تھا، جو تیسری چوتھی صدی ہجری میں یونانی فلسفہ سے لیا گیا تھا، اس لئے اس کی شدید ضرورت تھی کہ تاریخ کو صحیح طریقہ پر پیش کیا جائے، اور شبہات اور افترا پردازیوں کا پردہ چاک کیا جائے، یہ نہ صرف ایک علمی و تاریخی خدمت تھی، بلکہ ایک نیا "علم کلام" تھا جس سے ایمان کی حفاظت و تقویت کا کام لیا جا سکتا تھا، علامہ شبلی اور ندوۃ العلماء کے فضلاء نے اس سلسلہ میں مفید اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

علامہ شبلی کے بعد ان کے نابغۂ روزگار تلمیذ اور ندوۃ العلماء کے مایۂ ناز اور یگانہ فاضل مولانا سید سلیمان ندوی کا دور آتا ہے، جنھوں نے ارض القرآن کے عنوان سے، قرآنی عہد، اور انبیاء کے ظہور اور ان کی دعوتوں اور سرگرمیوں کے مرکزوں کا جغرافیائی اور تاریخی جائزہ لیا، اس میں عربوں کی تاریخ، اسلام سے پہلے ان کی فتوحات، جزیرۃ العرب کے مختلف خطوں سے، دنیا کے مختلف ممالک، اور مختلف ممالک سے جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں کی طرف انسانی قافلوں کی آمد کے واقعات، ان علاقوں کی زبانوں، مذاہب، تجارتی کاروانوں اور تہذیب کے مختلف دوروں کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے ۱۹۱۵ء میں یہ کتاب مرتب کی، جس میں دوسری زبانوں کے ماخذ و مراجع سے پورا استفادہ کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی دوسری تصنیفات عرب و ہند کے تعلقات عربوں کی جہازرانی

اور "خیام" وہ کتابیں ہیں، جو طویل بحث وتحقیق، اسلامی کتب خانہ کی غواصی اور تحقیق وجستجو کا نتیجہ ہیں، اور جدید علمی طریقۂ بحث وتحقیق کا وہ نمونہ پیش کرتی ہیں جس پر اردو زبان، اور نئی نسل کو بجا طور پر فخر ہونا چاہیئے۔

"عمر خیام" ایران کا سرمایہ فخر فرزند، نادرۂ روزگار شاعر اور علوم ریاضیات کا ماہر ہے، لیکن خود ایران عمر خیام کی سیرت وشخصیت پر کوئی ایسی کتاب پیش نہیں کر سکتا، جو اس نابغۂ وقت شخصیت کی عظمت اور اس کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور علمی وتاریخی عمیق وطویل مطالعہ میں اس کتاب کی ہم پلّہ ہو۔

ان کی کتاب خطبات مدراس جس کا ترجمہ خود بلادِ عربیہ میں "الرسالۃ المحمدیہ"[1] کے نام سے شائع ہو چکا ہے، سیرت نبوی اور تعلیمات نبوت پر ایسی طاقتور، موثر اور پُر مغز اور پر از معلومات کتاب ہے جس کی نظیر مسلمانوں کی دوسری زبانوں میں ملنی مشکل ہے، اسی طرح سیرت عائشہ اپنے موضوع پر منفرد کتابوں میں ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی، وسعت مطالعہ، حدیث وفقہ کے اولین مآخذ سے گہری واقفیت، اور اختلافی وکلامی مسائل میں جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کی پابندی میں اپنے استاد پر بھی فوقیت لے گئے، سید صاحب کے گرد (جو اس عظیم ادارہ کی روح اور اس کے دائرہ کا مرکز تھے) اہل قلم فضلاء اور سنجیدہ تحقیقی کام کرنے والوں کی ایک ٹیم جمع ہو گئی جس میں زیادہ تر دار العلوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل نوجوان تھے، اس مختصر مقالہ میں ان کے نام اور ان کی اہم تصنیفات کے ناموں ہی پر قناعت

---

[1] یہ ترجمہ ہمارے فاضل دوست مولانا محمد ناظم صاحب ندوی (سابق مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء وشیخ الجامعۃ العباسیۃ بہاولپور) نے کیا ہے، عرب ممالک میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کی جاسکتی ہے، اِن میں سیرِ فہرست اسوۂ صحابہ اور شعرالہند حکمائے اسلام اور دیگر کتابوں کے مصنف مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبدالباری ندوی (سابق استاد فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد) جن کے قلم سے سیرت النبی کی جلد سوم میں جدید فلسفہ اور علوم عقلیہ کے نقطۂ نظر سے معجزات نبوی کی اہم بحث شامل ہے، اور جو مذہب و عقلیات اور مذہب و سائنس کے مصنف ہیں، مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی، شاہ معین الدین احمد ندوی، مولوی سید ریاست علی ندوی، پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی ایم۔اے، مولوی سعید انصاری، مولوی ابوالحسنات ندوی، مولوی ابوالجلال حسن ندوی ڈاکٹر محمد عزیز صاحب ایم۔اے، پی، ایچ، ڈی، مولوی سید ابوظفر صاحب ندوی، مولانا محمد اویس ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولوی مجیب اللہ ندوی، مولوی ضیاء الدین اصلاحی، اور موجودہ ناظم دارالمصنفین اور مدیر "معارف" سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم۔اے، شامل ہیں، دارالمصنفین کے قیام و ترقی کے سلسلہ میں مولانا مسعود علی ندوی کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جن کی انتظامی اور تعمیری صلاحیتوں نے اس کو ایک منظم، خوش اسلوب اور ترقی پذیر ادارہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ندوۃ المصنفین دہلی

دارالمصنفین کے بعد جس کا قیام ۱۹۱۴ء میں عمل میں آیا تھا، ندوۃ المصنفین کے نام سے دہلی میں ۱۹۳۸ء میں ایک مجلس علمی قائم کی گئی، اس کے بانی اور ناظم مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ہیں، اس کے قیام کے اولین محرکوں میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی (سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند) تھے، ندوۃ المصنفین سے

ایک موقّر علمی مجلّہ "برہان" کے نام سے نکلتا ہے، جس کی ادارت کی ذمہ داری مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) پر ہے، اس مجلس سے بہت سی اہم اور قابل قدر مطبوعات شائع ہو چکی ہیں، جن کو اسلامی حلقوں میں مقبولیت حاصل ہوئی، قرآن مجید، اخلاق و تربیت، اسلام کے سیاسی و تربیتی نظام، اسلامی ممالک کی تاریخ، تاریخ فقہ، تاریخ تصوف، ہندوستان کے صوفیاء و مشائخ کے تراجم و سیر کے موضوع پر اہم کتابیں شائع ہوئیں[1]، اس کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد سَو سے متجاوز ہے۔

کچھ اور مصنفین اور محققین

کچھ اور محقق مصنفین بھی ہیں جن کے نام، علم و تحقیق اور ادب و انشاء کے میدان میں روشن اور نمایاں ہیں، اگرچہ ان کا ان دونوں بڑے اداروں میں سے کسی سے تعلق نہیں، لیکن ان کی اپنے موضوع پر قابل قدر تصنیفات ہیں، ان میں ہندوستان کے شہرۂ آفاق قائد و رہنما، ادیب و خطیب اور جمہوریہ ہند کے اولین وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد ہیں، جن کی تصنیف ترجمان القرآن اگرچہ مکمل نہ ہو سکی لیکن اس نے تعلیمیافتہ طبقہ پر گہرا اثر ڈالا اور اس میں مطالعہ قرآن کا ذوق پیدا کیا، اور اپنے بلیغ و موثر اسلوب کے ذریعہ اعجاز قرآن پر ایمان و ایقان میں اضافہ کیا، ان کے علاوہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی

---

[1] ندوۃ المصنفین کی اہم مطبوعات میں ترجمان السنۃ (۱ تا ۴) مؤلفہ مولانا بدر عالم میرٹھی، تدوین و تدوین مدینہ منورہ، قصص القرآن مؤلفہ مولانا حفظ الرحمٰن الرّق فی الاسلام اور صدیق اکبر مؤلفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، اور تاریخ مشایخ چشت مؤلفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا نام لیا جا سکتا ہے۔

مصنّف النبی الخاتم تدوین حدیث ہمارا نظام تعلیم وتربیت اسلام کا معاشی نظام
امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی وغیرہ، مولانا عبدالماجد دریابادی مفسّر قرآن، اور متعدد
علمی وادبی کتابوں کے مصنف مولانا عبدالروٗف داناپوری مؤلف اصح السیر اور
اسلام اور تمدنی مسائل اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (بانی جماعت اسلامی ہند) ہیں،
جن کی اولیں بلند پایہ تصنیف الجہاد فی الاسلام کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۰ء میں دارالمصنفین
سے شایع ہوا، ان کی متکلمانہ اور مقبول کتابوں میں پردہ سود تنقیحات جو
مغربی تہذیب واقدار کی تنقید پر مختلف مقالات کا مجموعہ ہے تفہیمات جو مختلف
اسلامی موضوعات پر ان کے مقالات کا مجموعہ ہے، اور تفسیر تفہیم القرآن وغیرہ،
مولانا مودودی کی تصنیفات ومضامین میں معذرت آمیز اور مدافعانہ اسلوب
کے بجائے اقدامی اور خود اعتمادی سے بھرپور اسلوب پایا جاتا ہے، ان کے بعض
نقطہائے نظر، خیالات وافکار اور ان کی تفہیم دین کے بنیادی طرز سے اختلاف
کے باوجود (جس کی گنجائش ہر دور میں اور بحث وتحقیق کا کام کرنے والے ہر مصنف
کے لئے موجود ہے[1]) اس حقیقت کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ مولانا نے اسلامی مسائل
کی تشریح میں وہ طرز اختیار کیا، اور موجودہ مسائل ومشکلات کے اسلامی حل اس انداز
سے پیش کئے جنھوں نے ان اسلامی حلقوں میں جو فکری بے چینی کا شکار تھے، اور ۱۹۳۰ء
سے ۱۹۴۷ء کے درمیان کے عبوری دور سے گذر رہے تھے، مفید خدمت انجام دی۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی مصنف الرّق فی الاسلام اور صدّیق اکبر وغیرہ

---

[1] اس سلسلہ میں راقم سطور کی کتاب عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح ملاحظہ کی جائے جس کے عربی اور انگریزی تراجم بھی شایع ہو چکے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ڈاکٹر نذیر احمد سابق صدر شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، وغیرہ قابل ذکر مصنفین اور انشا پرداز ہیں، ان کے علاوہ کچھ ابھرتے ہوئے نئے مصنفین بھی ہیں، جن کا مستقبل تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق کے میدان میں روشن ہے، یہ مضمون تحقیقی کام کرنے والوں اور اسلامیات کے مصنفین و مضمون نگاروں کی کوئی جامع فہرست (DIRECTORY) نہیں، یہ ہندوستان کی علمی سرگرمیوں اور تصنیف و تالیف کے کام کا مختصر سا تعارف ہے۔

پاکستان میں اسلامی تحقیقات کا کام

پڑوسی ملک پاکستان کے مشہور اسلامی مصنفین اور مضمون نگار حضرات کے تفصیلی تذکرے[1] کے بارے میں معذرت خواہ ہوں، برصغیر کے علمی و تحقیقی کام کے عمومی تذکرہ میں، تقسیم ملک سے پہلے کی اہم انگریزی تصنیفات اور تحقیقی کاموں کا تذکرہ آگیا ہے، پاکستان بننے کے بعد وہاں اس سلسلہ میں جو کام ہوا یا ہو رہا ہے اس کا مکمل جائزہ لینا اس مقالہ میں دشوار بھی ہے اور نازک بھی، تاہم چند اہم شخصیات کے ناموں اور کاموں سے اس مختصر رسالہ کو خالی نہیں رکھا جا سکتا، جن میں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم ایم، اے۔۔۔ (ڈی، او، ایل) (سابق پرنسپل اورنٹیل کالج و پروفیسر عربی

---

[1] پاکستان میں شائع ہونے والے مجلات و رسائل، کتابوں، فکری اور تحقیقی اداروں، اور علمی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ، اور وسیع مطالعہ ان غیر فطری اور مصنوعی رکاوٹوں کی بنا پر قدرے دشوار ہے، جو دونوں پڑوسی ملکوں کے درمیان حائل تھیں، اس لئے اختصار پر مجبور ہونا پڑا۔

پنجاب یونیورسٹی) نگران اعلیٰ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جو پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہو رہا ہے، سرفہرست ہیں، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وزیر تعلیمات پاکستان، ڈاکٹر محمد رفیع الدین مصنف قرآن اور سائنس[1]، ڈاکٹر سید عبد اللہ نگران حال اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بزمی انصاری، پروفیسر محمد اسلم، مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی، مولانا محمد تقی عثمانی (جن کا مولانا رحمت اللہ صاحب کرانوی کی شہرۂ آفاق کتاب اظہار الحق کے اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک پر سیر حاصل اور پر مغز مقدمہ ہے) پروفیسر عبد الحمید صدیقی، مظہر الدین صدیقی، پروفیسر خورشید احمد، اور مولانا امین احسن اصلاحی وغیرہ کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد اسلامی تحقیقات ونشریات کے سلسلہ کے دو ادارے قائم ہوئے، ایک ادارہ ثقافۃ اسلامیہ لاہور، دوسرا المجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد (ISLAMIC - RESEARCH INSTITUTE ISLAMABAD) - جو اسلام آباد کے اسلامی یونیورسٹی کے تابع ہے، اور اس کے صدر ڈاکٹر عبد الواحد ہالی پوتا ہیں، یہ اکیڈمی عربی زبان میں ایک مجلہ "الدراسات الاسلامیۃ" کے نام سے، اور ایک رسالہ اردو میں "فکر و نظر" کے نام سے نکالتی ہے۔

قدیم مدارس کے فضلاء کی علمی خدمات اور بحث و تحقیق کے میدان میں فوقیت و امتیاز

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان کے وہ علماء جنھوں نے قدیم طرز پر تعلیم حاصل کی، علم اور بحث و تحقیق کے قافلہ سے کبھی نہیں بچھڑے، اور اپنے ملک کی زبان و ادب اور

---

[1] ان کی انگریزی میں دو اہم کتابیں ہیں ایک (MANIFESTO OF ISLAM) دوسری (IDEOLOGY - OF FUTURE)

علوم سے کبھی ان کا رشتہ ٹوٹنے نہیں پایا، جیسا کہ بعض اسلامی عرب ملکوں میں پیش آیا، وہ سیاسی قیادت، اور آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ علمی وادبی میدانوں میں بھی قائدانہ کردار ادا کرتے رہے، انھوں نے ادب وتنقید اور شعر وشاعری کے ایسے شاہکار چھوڑے جو ان کے زبان وادب کے مذاق سلیم، اور ان کی ناقدانہ نظر کے گواہ ہیں، زبان وادب کے میدان کے ناپختہ کار شہسواران کی کوششوں کو کتنا ہی ابتدائی کاوشوں کا نام دیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی تصنیفات ادب وتنقید کے علمی سفر میں سنگ میل کا کام دیتی ہیں، مولانا حالی کا مقدمہ شعر شاعری اور یادگار غالب، علامہ شبلی کا موازنہ انیس و دبیر، مولانا حکیم سید عبدالحی کی گل رعنا جو اردو زبان کی تاریخ اور اردو شعراء کے تذکرہ پر مشتمل ہے، اور یاد ایام جو گجرات کے اسلامی عہد زریں کی مختصر مگر جامع علمی وتہذیبی، تمدنی وعمرانی، اجتماعی واخلاقی تاریخ، اور وہاں کے علماء ومشائخ، اولیا وصلحاء، اور سلاطین وامراء کے تذکرہ پر مشتمل ہے، اور اس موضوع پر قلم کی شگفتگی، اور کسی ملک یا علاقہ کی تاریخ کو پیش کرنے کی اچھی مثال اور کامیاب کوشش ہے[1]، مصنف نے گل رعنا میں کچھ ایسے سوالات اٹھائے ہیں، اور ایسے نئے نظریئے پیش کئے ہیں، جن سے مصنف آب حیات مولوی محمد حسین آزاد کے تاریخی مسامحات اور بعض مبالغہ آمیز

---

[1] نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں" فاضل مؤلف نے جس خوبی سے اس مختصر رسالہ میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے ہیں، وہ فی الواقع مؤرخانہ وادیبانہ دونوں حیثیت سے قابل داد ہے، یہ مولویوں کے طبقہ کی ایک دل کش صدا ہے جن کی نسبت جدید حالات بد مذاقی کا فیصلہ صادر کر چکے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ جدید خیالات خود اپنے تاریخی مذاق کی خوبی کا ثبوت کب پیش کریں گے"۔ (یاد ایام مطبوعہ ۱۹۱۹ء مقدمہ ص ۲)

اور انتہا پسندانہ خیالات و نظریات کی نشاندہی ہوتی ہے آب حیات کا اس کے جادو نگار مصنف کے زور قلم کی وجہ سے ادبی حلقوں پر ایسا جادو تھا کہ کسی کو تنقید تحلیل و تجزیہ اور بحث و تحقیق کا خیال بھی نہ آتا تھا، گل رعنا نے پہلی مرتبہ یہ جادو توڑا، اور ناقدین و مورخین ادب کو دعوت فکر و مطالعہ دی[1] اسی طرح مولانا عبد السلام ندوی کی "شعر الہند" بھی اس سلسلہ کی سنجیدہ اور باوقار کوشش ہے، جس سے کسی کو کتنا ہی اختلاف ہو اس کی اہمیت و افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

چند باکمال حضرات جنھوں نے تنہا اکیڈمیوں کا کام کیا

ہندوستان کے متعدد باکمال افراد نے بحث و تحقیق اور تالیف و تصنیف کا وہ کام انجام دیا، جو بڑی بڑی اکیڈمیاں اپنے وسیع کتاب خانوں، بھرپور وسائل اور ادارتی و تحریری عملہ کے ذریعہ انجام دیتی ہیں، یہ کام انھوں نے بے سروسامانی اور گمنامی کی حالت میں سرکاری امداد و تعاون سے بے نیاز ہو کر اپنے ذاتی جذبۂ خدمت اور علمی شغف کی بنا پر انجام دیا، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہمارا قدیم تعلیمی نظام، اور علمی ماحول، جن میں ان افراد نے نشو و نما پائی اور پروان چڑھے، موجودہ تعلیمی نظام اور علمی ماحول کے مقابلہ میں صبر و تحمل، ہمت و استقلال، جفاکشی اور سخت کوشی، اور قربانی و بے نفسی کی صلاحیت پیدا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا تھا۔

ان قابل ذکر علماء و محققین میں مولانا محمود حسن خاں ٹونکی (م ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء) مؤلف معجم المصنفین کا نام لیا جا سکتا ہے، جنھوں نے عربی زبان میں اس کتاب کو تقریباً ساٹھ جلدوں

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "حیات عبد الحی" مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔ از ص ۳۱۴ تا ۳۲۷

میں مکمل کیا ہے، یہ بیس ہزار صفحات اور چالیس ہزار مصنفین کے تذکروں پر مشتمل ہے، نظام دکن میر عثمان علی خاں کے تعاون سے ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء) میں بیروت سے اس کی چار جلدیں شائع ہوئیں، پہلی جلد مفید اور عام معلومات پر مشتمل ہے، (جیسے اسلام میں علم کی اہمیت، سب سے پہلے وجود میں آنے والے علوم، اسلامی تدوین علوم کا سلسلہ وغیرہ) کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی وسعت اور ہمہ گیری ہے، کتاب کے مقدمہ میں مصنف حاجی خلیفہ کی شہرۂ آفاق کتاب کشف الظنون اور اس پر استدراکات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس طرح یہ کتاب کشف الظنون کی شرح، اور تصنیفات کے سلسلہ میں اس پر استدراکات کی حیثیت رکھتی ہے، میں نے احاطۂ معلومات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اور ان تمام علماء کے تراجم جمع کرنے کی پوری کوشش کی جنھوں نے اسلامی عہد میں متداول اسلامی علوم پر قابل ذکر تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں، اس سلسلہ میں فلاسفہ اور حکماء، اور عرب وعجم، عراق ومصر، اندلس اور روم، خراسان وماوراء النہر، ہندوسندھ اور ان کے علاوہ مختلف خطوں کے علماء کے تذکرے آگئے ہیں، تاہم میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے اس کتاب میں تمام علماء کا استیعاب واستقصا کر لیا ہے، اور ہر چھوٹے بڑے مصنف کو اس میں شامل کر لیا ہے، حقیقتاً یہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔"[1]

کتاب کی وسعت وہمہ گیری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف ابراہیم نام کے جن مصنفین کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی تعداد ۳۴۸ ہے، لیکن یہ افسوسناک

---

[1] جلد اول ص ۲۹

حقیقت ہے کہ یہ خزانہ ابھی یہاں حیدرآباد کے مخطوطات و محفوظات کے انبار میں دبا پڑا ہے، اس لئے کہ مشرق میں کام کی وقعت و اہمیت، اس کی علمی قدر و قیمت مصنف کی کدوکاوش، اور علم دوست حضرات کی ضرورت نہیں، بلکہ ذرائع ابلاغ، اعلان و اشتہار اور اداروں و حکومتوں کی رحم و کرم کی مرہون منت ہیں۔

اس سلسلہ میں جن دوسرے عظیم مصنف و مورخ کا نام لیا جاسکتا ہے، وہ مولانا حکیم سید عبدالحی (سابق ناظم ندوۃ العلماء (م ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء)) ہیں، جنھوں نے نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر[۱] کے نام سے عربی میں ۸ جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جو پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک کے ہندوستانی علماء و صلحاء اعیان و امراء، اور ادباء و شعراء کے تقریباً چار ہزار پانچ سو تذکروں پر مشتمل ہے، ہندوستان کے علماء و مشائخ کے حالات پر یہ کتاب مشرق و مغرب میں سب سے بڑے مرجع و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب کا زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک، اور مکانی رقبہ درۂ خیبر سے خلیج بنگال تک پھیلا ہوا ہے، کتاب کی یہ وہ خصوصیت ہے جس میں کسی مسلم یا عرب ملک میں تصنیف شدہ طبقات و تراجم کے موضوع پر کوئی کتاب شریک و سہیم نہیں[۲] اس کے ساتھ ساتھ مصنف کی دقّت نظر، علمی دیانتداری، خصائص و کمالات اور واقعات کے حسن انتخاب، خوبی اختصار، اور صاحب سوانح کے مقام علم و فضل اور "اختصاص" کی

---

[۱] دائرۃ المعارف حیدرآباد سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ [۲] ہندوستان سے باہر طبقات و تراجم پر لکھی جانے والی تمام کتابیں یا تو صدیوں یا علاقوں یا متعین طبقات (جیسے طبقۂ محدثین، طبقۂ فقہاء نحویین وغیرہ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اس کے برخلاف یہ کتاب تمام قابل ذکر شخصیتوں کے حالات پر مشتمل ہے، خواہ وہ کسی صدی، کسی علاقہ یا کسی علمی طبقہ سے متعلق ہوں۔

تعیین و تحدید کتاب کی ایک نمایاں صفت ہے جس میں مشہور تذکرہ نگار ابن خلکان کی کتاب وفیات الاعیان کی جھلک نظر آتی ہے، اور جس کی قدر وہی حضرات کر سکتے ہیں، جن کی تذکرہ و تراجم کی کتابوں اور سوانح نگاری کی مشکلات و نزاکتوں پر گہری نظر ہے۔

ان کی دوسری اہم کتاب الثقافة الاسلامية في الهند[1] اس کتاب کا اردو ترجمہ دار المصنفین کی طرف سے اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں کے نام سے شائع ہوا،[2] جو علوم آلیہ (صرف، نحو، بلاغت) علوم دینیہ (تفسیر و حدیث و فقہ و اصول) اور حکمت و فلسفہ، ادب و شعر میں علماء ہند کی تصنیفات کی مکمل اور جامع ڈائرکٹری، علمی کوششوں، اور ان میں ہونے والی ترقیوں، نصاب تعلیم، اور اس کی عہد بہ عہد تبدیلیوں، اور ان تبدیلیوں کے اسباب، اور ان کے پس منظر کی مفصل تاریخ ہے، ہمارے علم میں کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں ہے، جس کے نظام و نصاب تعلیم کی مکمل تاریخ، اور تغیر و ارتقاء کے اسباب و محرکات کی روئیداد ایسی تفصیل و وضاحت کے ساتھ مرتب کی گئی ہو۔

ان کی تیسری اہم کتاب الهند في العهد الاسلامي[3] ہے جس کا ترجمہ اردو میں ہندوستان اسلامی عہد میں کے نام سے، اور انگریزی میں INDIA DURING MUSLIM RULE[4]

---

[1] مصنف نے اس کا نام "معارف العوارف في انواع العلوم والمعارف" رکھا تھا، دمشق کی رائل اکیڈمی (المجمع العلمي العربي) نے جب اس کی طباعت کا فیصلہ کیا تو اس کا نام الثقافة الاسلامية في الهند رکھدیا کہ اس سے کتاب کے موضوع پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ [2] کتاب کے مترجم مولوی ابو العرفان خاں ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء ہیں۔ [3] اس کا نام بھی مصنف نے اس زمانہ کے مذاق کے مطابق جنة المشرق و مطلع النور المشرق رکھا تھا، دائرۃ المعارف سے اس کی طباعت کے موقع پر اس کا زیادہ عام فہم نام تجویز کیا گیا جو موضوع پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

[4] اردو ترجمہ مولوی شمس تبریز خاں رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، اور انگریزی ترجمہ سید محی الدین صاحب کے قلم سے ہے

کے نام سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، یہ کتاب مختلف ممالک کے آثار و تمدن اور تمدنی و عمرانی ترقیوں اور ان سے متعلق مفید اور ضروری معلومات کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں (مثلاً خطط مصر، خطط الشام وغیرہ) کے سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے، جس کا ایک باب پورے ایک کتب خانہ کا خلاصہ، اور ایک صفحہ ایک ضخیم کتاب کا قائم مقام ہے۔

اسی نوع کے مصنفین میں مولانا حمید الدین فراہی (م ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء) کی بھی شخصیت ہے، جو تفسیر کے ایک خاص طرز اور مکتب فکر کے بانی ہیں، جس کا خاص موضوع آیات قرآنی کا باہمی ربط، اور مضامین کی ہم آہنگی ہے، ان کی اہم تصنیفات میں نظام القرآن الامعان فی اقسام القرآن اور الرأی الصحیح فیمن ہو الذبیح ہے، آخر الذکر اپنے موضوع پر منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

اسی فہرست میں علامہ عبد العزیز میمن راجکوٹی (م ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء) مصنف "ابو العلاء و ما الیہ"[1] کا نام آتا ہے، یہ کتاب تحقیق، دقت نظر، اور وسعت مطالعہ کے اعتبار سے اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب ہے، ان کی دوسری کتاب سمط اللآلی کے نام سے ہے، جو ان کی نحو و لغت میں دیدہ وری اور اس کے مآخذ پر وسیع عبور کی شاہد ہے[2]، علامہ میمن مرحوم دمشق کی نامور علمی اکیڈمی المجمع العلمی العربی (حال مجمع اللغۃ العربیۃ) کے مدۃ الحیاۃ رکن رہے، لسان العرب جیسی عظیم کتاب کی تصحیح کے لئے ماہرین زبان کی جو کمیٹی بنائی گئی تھی، میمن صاحب

---

[1] دار المصنفین اعظم گڑھ کے سلسلۂ مطبوعات میں یہ کتاب مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی، کتاب پر علامہ احمد تیمور، شیخ احمد الاسکندری، شیخ عبد الوہاب نجار، اور علامہ احمد محمد شاکر جیسے ادباء وقت و محققین لغت کی تقریظات ہیں۔

[2] یہ کتاب مصر میں لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر کی طرف سے ۱۹۳۶ء میں تین جلدوں میں شائع ہوئی۔

اس کے بھی ایک رکن تھے۔

ہندوستان کے ممتاز علماء میں جنھوں نے انفرادی طور پر وہ علمی خدمت انجام دی جو ایک پوری جماعت علماء یا ایک ادارہ کی کارگذاری سے کم نہیں، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مرحوم (م ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء) جو جامع الترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کے مصنف ہیں جس کی پہلی جلد مقدمہ پر اور تین ضخیم جلدیں شرح پر مشتمل ہیں، اس کتاب سے مصنف کے فن اسماء الرجال اور علم جرح و تعدیل میں مہارت، محدثین کے طبقات سے واقفیت، اور تخریج احادیث کے ملکہ کا پتہ چلتا ہے، یہ کتاب ہندوستان اور عرب میں بار بار شائع ہوئی ہے، اور حدیث شریف میں درس و تدریس سے اشتغال رکھنے والوں کے لئے تحفۂ بے بہا ہے۔

حدیث کی خدمت و تحقیق کے سلسلہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدینہ منورہ کا نام اور کام بہت روشن ہے[1]، جن کی وسعت نظر اور بحث و تحقیق میں دیدہ ریزی کی روشن دلیل ان کی کتاب اوجز المسالک الی مؤطا الامام مالک ہے، جو ۶ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کتاب پر، اور لامع الدراری علی جامع البخاری پر ان کا مقدمہ، ان دونوں جلیل القدر کتابوں اور ان کے عظیم مصنفوں کے حالات و خصوصیات اصول حدیث، اور اسماء الرجال کے مفید مباحث، ائمہ اربعہ اور ان کے مسالک کے متعلق قیمتی معلومات، ہندوستان میں علم حدیث اور ہندوستان کے بڑے محدثین کے تذکرے پر مشتمل دو چھوٹے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح حجۃ الوداع و عمرات النبی

---

[1] افسوس ہے کہ ان سطور کی تحریر کے بعد اور ترجمہ کے درمیان (حجازی تقویم کے اعتبار سے) ۲۸ رجب اور ہندوستان کی رؤیت کے لحاظ سے ۲۹ رجب ۱۴۰۲ھ (۲۴ رمئی ۱۹۸۲ء) کو بروز دوشنبہ ..... بعد عصر مدینہ منورہ میں ارتحال فرمایا اور اپنی تمنا اور دیرینہ آرزو کے مطابق بقیع شریف میں آسودۂ خاک ہوئے

اپنے موضوع پر بڑی مکمل، جامع، اور منفرد کتاب ہے۔

انھیں شخصیات میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا نام بھی بہت نمایاں ہے، جن کی علم حدیث و اسماء الرجال میں فنی مہارت، اور علوم حدیث میں وقت نظر اور گہری بصیرت مصنف عبدالرزاق[1] کی محدثانہ خدمت سے عیاں ہے، ایک مستقل جلد اس کتاب کے مقدمہ پر مشتمل ہوگی، اس سے پہلے مسند الحمیدی اور سنن سعید ابن منصور کی تحقیق و تصحیح کی خدمت انجام دے چکے ہیں، ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد والرقائق حافظ نورالدین ہیثمی کی کشف الاستار عن زوائد البزار اور حافظ ابن حجر العسقلانی کی المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ کی تحقیق کی ہے۔

مولانا محمد یوسف کاندھلوی امیر جماعت تبلیغ (م ۱۳۸۴ھ ۔ ۱۹۶۴ء) کی حیاۃ الصحابہ سہ جلد، صحابہ کرام کی سیرت اور ان کی ایمانی، دعوتی، اخلاقی و تربیتی زندگی کا ایک دائرۃ المعارف ہے، اور اس موضوع پر سب سے زیادہ جامعیت، استیعاب و تنوع کی حامل ہے، اس سلسلہ میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم[2] کے تحقیقی کاموں اور ان فاضلانہ کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو انھوں نے امام سفیان ثوری کی تفسیر القرآن الکریم کی تصحیح و مقابلہ، تحقیق و مفید حواشی کے سلسلہ میں انجام دی ہیں۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد عالم اسلام کے ان عظیم الشان اداروں میں سے ہے جنھوں نے قدیم علمی و دینی کتابوں کے (جو ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں) احیاء اور قدیم کتب خانوں

---

[1] اس کتاب کو مجلس علمی نے جس کے مراکز سملک ڈابھیل، کراچی، اور جوہانسبرگ میں ہیں، اور جسے مولانا محمد میاں سملکی نزیل جوہانسبرگ (م ۱۳۸۲ھ ۔ ۱۹۶۲ء) نے قائم کیا تھا، بیروت سے شائع کیا۔

[2] اس کتاب کا دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سے پہلا ایڈیشن شائع ہوا تھا، باقی ایڈیشن دمشق سے شائع ہوئے۔ ۵۳ م ۱۹۸۱ء

کے دفینوں سے علمی جواہرات کو برآمد کرنے، اور تصحیح و تحقیق کے ساتھ نشر و اشاعت کا کام انجام دینے میں تاریخی کردار انجام دیا ہے، یہ ادارہ ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء میں نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی، ملّا عبد القیوم، اور فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خاں استاد میر عثمان علی خاں نظام دکن کی تحریک سے قائم ہوا، اور اس نے اس قلیل عرصہ میں حدیث، اسماء الرجال، تاریخ، ریاضیات اور حکمت و فلسفہ کی ڈیڑھ سو سے اوپر ان بیش قیمت کتابوں کو شائع کیا جن کا علمائ و مدرسین صرف تذکرہ سنتے تھے، اس ادارہ کا قیام اور اس کی خدمات علم و دین کی عظیم خدمت، اور ہندوستانی مسلمانوں کی اسلامی ثقافت سے روحانی و فکری وابستگی، اور گہری محبت اور شغف کی دلیل ہے، مشرق و مغرب کے علم دوست حضرات اور مصنفین و محققین نے اس عظیم ادارہ کی خدمات اس کے کام کی اہمیت، اور اس کے مطبوعات کی علمی وقعت کا بلند الفاظ میں اعتراف کیا ہے[1]۔

عالم عربی میں تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق کا کام

عربی زبان جو عالم اسلام کی بین الممالک علمی زبان ہے، اور جو سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ اس میں اسلامی موضوعات پر اعلیٰ سے اعلیٰ معیار، اور وسیع سے وسیع تر پیمانہ پر

---

[1] دائرۃ المعارف کی چند اہم مطبوعات حسب ذیل ہیں، مسند ابی داؤد الطیالسی، امام بیہقی کی السنن الکبریٰ، اور حاکم نیشاپوری کی المستدرک اور معرفۃ علوم الحدیث، ابن عبد البر کی الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، امام بخاری کی التاریخ الکبیر، ابن الجوزی کی المنتظم فی تاریخ الامم اور بیرونی کی تحقیق ما للہند، ابن ماکولا کی الاکمال، ابو علی المرزوقی کی الازمنۃ والامکنۃ۔

کام انجام دیا جاتا، لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ اس زبان کی عظمت عالم عربی کی وسعت اور وسائل و امکانات کی کثرت کے مناسب ممالک عربیہ میں اس دور میں تحقیقی کام انجام نہیں پایا، لیکن بہر حال ایسی مثالیں موجود ہیں، جن کو علمی بحث و تحقیق، اور وسیع مواد کے لحاظ سے علمی و تحقیقی کوشش کا اچھا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے، ان کتابوں میں سر فہرست ڈاکٹر احمد امین کی فجر الاسلام ضحی الاسلام اور ظہر الاسلام کا سلسلہ ہے، جو بعض علمی فروگذاشتوں، قابل تنقید اور شاذ آراء و خیالات کے باوجود، قدیم مآخذ و مراجع میں منتشر مواد کو یکجا کرنے اور ترتیب دینے، اور ان کا تجزیہ کرنے، اور ان کے نتائج نکالنے میں (جو مستشرقین کا امتیاز سمجھا جاتا ہے) بلند پایہ اور قابل قدر تصنیفات ہیں، ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے حسن انشاء سلاست و برجستگی میں بھی (جو مولانا شبلیؒ کی یاد تازہ کرتی ہے) تاریخ نویسی، اور علمی مباحث پر قلم فرسائی کا اچھا نمونہ ہے۔

اس سلسلہ میں امیر البیان امیر شکیب ارسلان (م ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۶ء) کو فراموش اور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جو کوئی پیشہ ور مصنف نہ تھے، خاص طور پر ان کی جلیل القدر کتاب الحلل السندسية في الرحلة الأندلسية[1] اندلس کے متعلق تفصیلات و معلومات کا ایک خزانہ ہے، جن کا کسی ایک کتاب میں ملنا ممکن نہیں، ان کا دوسرا اہم کارنامہ حاضر العالم الاسلامی پر ان کے گرانقدر حواشی اور مستقل مضامین ہیں، یہ کتاب دراصل ایک امریکی فاضل (LOTHROP STODDARD) کی کتاب (THE NEW WORLD OF ISLAM) کا ترجمہ ہے، جو ایک فلسطینی ادیب عجاج نویهض کا کیا ہوا ہے، امیر شکیب ارسلان کے بیش قیمت اضافوں اور مستقل مضامین کے بعد یہ کتاب

[1] اصل کتاب ۱۰ جلدوں میں ہے، مصنف کی زندگی میں اس کی تین جلدیں شائع ہوئیں۔

عالمِ اسلام کی عظیم شخصیتوں، تحریکوں، اور ممالک کے حالات پر ایک چھوٹا انسائیکلو پیڈیا بن گیا ہے، اس میں مستشرقین، یورپین مؤرخین کے بیانات پر مبصرانہ تنقید بھی کی گئی ہے، اور اسلامی تہذیب و تمدن، علمی سرگرمیوں کا قیمتی جائزہ بھی لیا گیا ہے، خلافتِ عثمانیہ اور ترکی کے بارے میں اس میں مستند و متوازن معلومات (امیر کے براہ راست تعلق اور شاہد عینی ہونے کی بناء پر) ملتے ہیں، ان کی تیسری کتاب غزوات العرب فی فرنسا و شمالی ایطالیا وفی سویسرا بھی خاص اہمیت رکھتی ہے، اور تحقیقات و معلومات کا ذخیرہ ہے۔

خیر الدین زرکلی کی کتاب الاعلام جو اصل کتاب استدراکات اور فوٹوؤں کے ساتھ بارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، مصر عرب و غیر عرب، مسلمان اور مستشرق علماء اور مشہور شخصیات کے تراجم و سیر کی ایک عظیم ڈکشنری ہے، مصنف کا یہ انفرادی کارنامہ ایک اکیڈمی کی ناموری و افتخار کا بھی باعث ہو سکتا ہے، وسعتِ معلومات جامعیت، حسنِ انتخاب اور جامع اختصار اور مصنفین و محققین کو ضخیم مآخذ و مراجع سے مستغنی کرنے میں مصنف کی مہارت کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔

اسی طرح استاد عباس محمود العقّاد، اور علامہ محمد کرد علی کی تصنیفات، مطالعہ کی گہرائی، وسعتِ نظر، اور غیر عربی مآخذ سے گہری واقفیت کی آئینہ دار ہے، عباس محمود العقاد کا سلسلۂ عبقریات[1] المرأة فی القرآن (عورت قرآن کی روشنی میں) اثر العرب فی الحضارة الاوربیة (مغربی تہذیب پر عربوں کے اثرات)

---

[1] انھوں نے عبقریات کے عنوان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین، اور بعض اکابر صحابہ کی سیرت اس انداز سے لکھی ہے کہ ان کی انسانی عظمت نمایاں ہو، یہ نفسیاتِ انسانی اور فلسفۂ سیرت کا ایک خاص اندازِ نگارش ہے۔

حقائق الاسلام واباطیل خصومہ (اسلام کے حقائق اور دشمنان اسلام کی افتراپردازیاں)

علامہ کرد علی کی الاسلام والحضارۃ العربیۃ (اسلام اور عربی تہذیب) اور خطط الشام (ملک شام کے عمرانی اور تمدنی حالات) علمی تصنیف اور انشاء پردازی، اور اکیڈمک اور انسائیکلو پیڈیائی کام کا نمونہ ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر جواد علی کی تاریخ العرب قبل الاسلام (اسلام سے پہلے عربوں کی تاریخ) اور فواد سزکین کی کتاب تاریخ التراث العربی (عربی علمی ورثہ کی تاریخ) جامع اور تحقیقی کتابیں ہیں، جو بعض مسائل میں اختلاف رائے اور تنقید کے حق کو محفوظ رکھتے ہوئے قدر و تحسین کی مستحق ہے، فاضل عراقی جنرل اللواء محمود شیت خطاب کی قادۃ الفتح الاسلامی (اسلامی فتوحات کے قائدین) اور الرسول القائد (کمانڈر پیغمبر) کے عنوان سے علمی، تاریخی، اور فوجی معلومات کی اہمیت کے حامل اور وسیع مطالعہ پر مبنی ہے۔

اس موقعہ پر اس عظیم علمی منصوبہ، اور مفید و وسیع تصنیفی پروگرام کو نہیں بھلایا جا سکتا جس کو موسوعۃ مقدمات العلوم والمناھج کے عنوان سے ہمارے فاضل مصری دوست انور الجندی چلا رہے ہیں، اس سلسلہ کی پہلی جلد فکر اسلامی کے ساتھ خاص ہے، دوسری جلد کا تعلق تاریخ اسلام سے ہے، تیسری جلد موجودہ عالم اسلامی سے، اور چوتھی جلد زبان و ادب اور ثقافت سے متعلق ہے، یہ چاروں جلدیں شائع ہو چکی ہیں، پانچویں جلد مسیحی دعوت و تبلیغ، مستشرقین اور تخریب کار تحریکوں کے موضوع پر، چھٹی جلد مسلم سوسائٹی پر، ساتویں تہذیب و علم، اور سوشل سائنس کے موضوع پر، آٹھویں اسلام اور ادیان و مذاہب اور مختلف فلسفوں سے متعلق اس کے موقف پر، نویں شکوک و شبہات اور مشہور عوام غلطیوں یا غلط فہمیوں پر، اور دسویں جلد اسلامی بیداری، اور نشأۃ ثانیہ کے موضوع پر ہوگی، اگر اس کتاب کی

تمام جلدیں تیار ہوگئیں تو اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا، اور اسلامی علوم و ادبیات کا ایک قیمتی کتب خانہ مرتب ہو جائے گا۔

استاذ خیر الدین الزرکلی کی الاعلام (قاموس تراجم) اور فواد سزکین کی تاریخ التراث العربی کی طرح عمر رضا کحالہ کی معجم المؤلفین بھی قابل ذکر ہے، جو عربی زبان میں کتابوں کے مصنفین کے تراجم پر مشتمل ہے، اور ۱۵ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اگرچہ اس میں بہت سے معاصر مصنفین رہ گئے ہیں، لیکن یہ کوشش شکر و سپاس کی مستحق ہے۔[۱]

خالص دینی اور شرعی موضوع پر اگر دیکھا جائے تو ائمہ مذاہب اور اسلامی فرقوں اور ان کے عقائد کی تاریخ پر نامور مصری فاضل علامہ محمد ابو زہرہ کی تصنیفات، ہمارے مجاہد اور داعی الی اللہ فاضل دوست ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی مرحوم کی السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی (سنت اور اسلامی شریعت میں اس کا مقام) جو اپنے موضوع پر سب سے فائق اور جامع کتاب ہے، اسی طرح المرأۃ بین الفقہ والقانون (عورت فقہ اسلامی اور قانون کی روشنی میں) اور ان کے رفیق اور ہمارے فاضل دوست مصطفےٰ احمد الزرقا کی کتاب المدخل الفقھی العام جو ایک عظیم علمی کوشش ہے، اور ان اسلامی ممالک کی ضرورت پوری کرتی ہے، جو شریعت اسلامیہ اور اسلامی سول قانون کے نفاذ کی خواہش رکھتے ہیں، اسی طرح استاد عبدالقادر عودہ شہید کی کتاب التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی ایک علمی و تحقیقی کام اور اہم قانونی بحث ہے۔

تحریک اخوان المسلمین کے نامور بانی امام حسن البنّا کے والد گرامی شیخ احمد بن

---

[۱] ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں یہ کتاب تصنیف کی گئی تھی، مکتبہ المثنی اور دار احیاء التراث العربی سے شائع ہوئی۔

عبدالرحمٰن البنّا الساعاتی کی الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد الشیبانی[1] جو فقہی ابواب پر مسند امام احمد کی ترتیب و تحقیق پر مشتمل ہے، عظیم علمی کام بلکہ کارنامہ ہے، اسی موضوع پر علامہ احمد محمد شاکر کا انفرادی کام بھی اجتماعی اور پوری اکیڈمی کے کام پر بھاری ہے[2]۔

عمیق اسلامی تقابلی مطالعہ

اسی دوران شیخ ندیم الجسر مفتی طرابلس و شمالی لبنان کی کتاب قصة الایمان بین الفلسفة والعلم والقرآن شائع ہوئی ہے، جو ایک فقیہ اور عالم دین کی وسعت معلومات، فلسفہ قدیم و جدید پر گہری نظر، اور طبیعیات اور فلکیات میں علم جدید کے انکشافات کے دقیق و وسیع مطالعہ کی دلیل، اسلامی عقائد کو ایک دلچسپ قصہ کے رنگ میں خوش اسلوبی سے پیش کرنے اور ٹھوس علمی دلائل سے اس کو ثابت کرنے کی کامیاب اور مؤثر کوشش ہے، اسی طرح عراقی عالم محمد باقر الصدر کی دو کتابیں اقتصادنا (ہماری اقتصادیات) جس کی پہلی جلد مختلف اقتصادی مکاتب فکر کے معروضی جائزہ، اور دوسری جلد اسلام کے اقتصادی نظام کی تشکیل پر مشتمل ہے، اور فلسفتنا (ہمارا فلسفہ) جو موجودہ فکری کشمکش کا حقیقت پسندانہ جائزہ ہے، عمیق تقابلی مطالعہ، وسیع معلومات، جدید نظاموں اور فلسفوں پر گہری نظر کی کھلی دلیل ہیں، یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ

---

[1] افسوس ہے یہ کام مکمل نہ ہو سکا، اس کتاب کی ۲۲ جلدیں شائع ہو سکی ہیں، کتاب کے ساتھ بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی بھی ہے، اخوان المسلمون کے پریس سے شائع ہوئی ہے۔ [2] علامہ احمد محمد شاکر نے کتاب میں احادیث کی تخریج کی، احادیث کا نمبر شمار ذکر کیا، اور موضوعات کی فہرست تیار کی، اور نہایت قیمتی حواشی لکھے، لیکن کتاب کی تکمیل سے پہلے وفات پا گئے، کتاب ۱۵ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

یہ اعتراف ان دونوں کتابوں کے مضامین سے مکمل اتفاق کا مستلزم نہیں۔

ان کے بعد سید قطب کے مضامین و مقالات اور تصنیفات، جن میں سرفہرست العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام[1] (اسلام میں عدل اجتماعی) (SOCIAL JUSTICE IN ISLAM) کا نام لیا جا سکتا ہے، اور ان کے بھائی محمد قطب کی تصنیفات، جیسے شبہات حول الاسلام اور اسلامی نفسیات اور اسلامی تربیت کے موضوع پر ان کی کتابیں، ڈاکٹر محمد بہی کی الفکر الاسلامی الحدیث محمد المبارک (جن سے ابھی قریب ہی عرصہ میں عالم عربی اور اسلامی تحریک محروم ہو گئی) کی کتاب فی الفکر الاسلامی الحدیث اور محمد حسین کی کتاب الاتجاهات الوطنية فی الادب المعاصر اور حصوننا مهددة وغیرہ تصنیفات کا دور آتا ہے، اور ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی فقه الزكاة اس موضوع پر ایک جامع کتاب اور دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

فکر اسلامی کے داعی اور دعوتی موضوعات پر لکھنے والے مصنفین

ہماری یہ بحث صرف ان کتابوں اور مضامین تک محدود ہے، جو علمی اور موسوعی (ENCYCLOPAEDIC) طرز پر لکھی گئیں، اور جن میں تقابلی مطالعہ، اور غیر ملکی زبانوں کے مراجع سے استفادہ اور ان موضوعات کو اختیار کیا گیا جو مستشرقین کے خاص موضوعات اور ان کی تصنیف و تالیف کا خاص میدان سمجھے جاتے ہیں، ورنہ مصر میں تحریک اخوان المسلمین

---

[1] صاحب مقالہ کو (مصنف سے ذاتی تعلقات کے باوجود) کتاب کے اس حصہ سے کھلا ہوا اختلاف ہے، جو خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ کی تنقید پر مشتمل ہے، نیز ان کے ان خیالات سے بھی کلیۃً اتفاق نہیں جن کا اظہار انھوں نے حضرت معاویہؓ کے بارہ میں کیا ہے۔

کے اثر سے تصنیف و تالیف، اور ادب و زبان کی ایک طاقتور تحریک وجود میں آگئی، اور ادب انشاء پردازی، اور تصنیف و تالیف کے کام، بحث و تحقیق کے اس دائرہ سے (جس سے صرف علماء اور ریسرچ اسکالرز کو دلچسپی تھی) نکل کر وسیع تر عوامی دائرہ میں داخل ہو گئے، اور ایسے انشاء پرداز اور مصنفین ابھر کر سامنے آئے، جنھوں نے عوام کو مخاطب کیا، اور ایمان، دینی خدمات، اور سعی و عمل کے اندرونی محرکات کو بیدار کیا، ان کی کتابیں غذائے عقلی کے ساتھ سامانِ دل بھی رکھتی ہیں، اور دونوں طرح سے پڑھنے والوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، ان میں سرفہرست سید قطب، محمد الغزالی، سید سابق مصنف کتاب فقہ السنۃ ادیب کبیر علی طنطاوی وغیرہ آتے ہیں، ان مصنفین، اور ان کی اسلامی دعوتی تصنیفات کا جائزہ فکر اسلامی اور دعوت اسلامی کے مورخ کا موضوع ہے اور اس بحث کا میدان بڑا وسیع ہے جس کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے[1]۔

جزیرۃ العرب میں علمی و تحقیقی کام

جزیرۃ العرب ایک زمانہ تک بحث و تحقیق کے اس قافلہ سے بچھڑا رہا، جو خاص طور پر مصر و شام میں علمی مجالس (ACADEMIES) متعدد عظیم جامعات، اور موقر علمی رسائل و مجلات کی بناء پر سرگرم عمل تھا، لیکن سعودی حکومت کے دور میں اب اس نے اپنا علمی و تحقیقی

---

[1] ندوۃ العلماء سے نکلنے والے عربی مجلہ البعث الاسلامی میں عزیزی مولوی سید واضح رشید ندوی سلمہ (استاد دارالعلوم) کے مقالات کی کئی قسطیں "اسلامی بیداری کا ادب" کے عنوان سے شائع ہوئی ہیں، جن کا اسی موضوع سے تعلق ہے، (دیکھئے البعث الاسلامی شمارہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، مجلد ۶) سنہ ۱۴۰۲ھ سنہ ۱۹۸۲ء) یہ مضامین مستقل کتاب کی شکل میں بھی شائع ہونے والے ہیں۔

سفر شروع کیا ہے، اور ایسے مقالات اور علمی بحثیں سامنے آئی ہیں، جو بحث و تحقیق کی روح اور علمی اور انسائیکلو پیڈیک طرز کی نمائندہ ہیں، ان کے اچھے نمونے شیخ حمد الجاسر[1] کی جغرافیائی تحقیقی بحثوں، اور شیخ احمد عبد الغفور عطار کی لسانی تحقیقی مقالات[2]، شیخ عبد القدوس انصاری کے آثار قدیمہ اور جزیرۃ العرب کے تمدنی حالات پر محققانہ و مؤرخانہ مضامین[3] اور محمد احمد باشمیل کے اسلامی جنگوں اور مشہور غزوات نبویہ پر ادبی و تحقیقی سلسلۂ مقالات میں نظر آتے ہیں[4]۔

ان کے علاوہ فقہ و شریعت اسلامی، حدیث و تفسیر اور مسائل حاضرہ پر بھی متعدد علمی بحثیں، اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس میدان میں کام کرنے والوں کی فہرست طویل ہے، اور اس بات کا خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں اس مختصر وقت میں وہ نام نہ رہ جائیں جو ذکر کے مستحق ہیں۔

شرق عربی کے بڑے بڑے اسلامی و عربی مراکز علوم و فنون میں بدلتے ہوئے سیاسی حالات اور ناگفتہ بہ صورت حال کی بجہت سے ممتاز عرب فضلاء، اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے اساتذہ و ماہرین فن، اور اسلامیات پر قابل قدر تحقیقی کام کرنے والوں کو

---

[1] یہ فی سراۃ غامد و زہران اور فی شمال غرب الجزیرۃ کے مصنف ہیں، اور الموسوعۃ الجغرافیۃ لجزیرۃ العرب میں مقالہ نگار، جس کی پندرہ جلدیں دار الیمامۃ للبحث والترجمۃ والنشر ریاض سے شائع ہو چکی ہیں۔ [2] جیسے الصحاح و مدارس المعجمات العربیۃ اور زنجانی کی تہذیب الصحاح جوہری کی الصحاح اور ازہری کی مقدمۃ تہذیب اللغۃ کی تحقیق۔

[3] جیسے آثار المدینۃ المنورۃ اور مدینۃ جدہ [4] اس کے دس اجزاء شائع ہو چکے ہیں، جو غزوۂ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، غزوہ بنی قریظہ، صلح الحدیبیۃ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک پر مشتمل ہیں۔

زیادہ تر سعودی عرب، کویت، قطر، اور امارات عربیہ متحدہ ہیں، اور کسی قدر لبنان و اردن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، اس صورت حال نے ان ممالک کو جو "بضاعت علم" کو صرف درآمد کرتے تھے، برآمد کرنے پر قادر نہ تھے، بڑا فائدہ پہونچایا، وہاں کی یونیورسٹیوں میں ان کو جگہ دی گئی، اور بحث و تحقیق، علمی مقالات و مضامین اور ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات کا سلسلہ خاص طور پر سعودی عرب کی چھ[1] یونیورسٹیوں، اور کویت یونیورسٹی، دوحہ کی قطر یونیورسٹی، اور امارات کی العین یونیورسٹی میں سرگرمی سے شروع ہو گیا، اور مختلف معیار و درجہ کی بحثیں اور ایم۔ اے اور پی، ایچ ڈی کے مقالات جن کی علمی قدر و قیمت و افادیت میں تفاوت ضرور پایا جاتا ہے، لیکن انھوں نے عربی کتب خانہ میں بڑا قیمتی اور مفید اضافہ کیا، سامنے آئیں، ان ممالک میں علمی و فکری پناہ حاصل کرنے والے علماء و اساتذۂ فن اور اساتذہ یا زائرین (VISITING PROFESSORS) کی فہرست طویل ہے، لیکن وہ ان جامعات کے لئے باعث صد افتخار اور خیر عمیم کا سرچشمہ ہیں۔

جامعات کی علمی بحثیں اور ڈاکٹریٹ کے مقالات

ڈاکٹریٹ کے مقالات اور جامعات میں طلبہ سے مطلوب علمی بحثوں کا نظام، جدید عصری اسلوب میں علمی بحثیں تیار کرنے اور اس کی مشق کرنے کے سلسلہ میں مفید ثابت ہوا، اگرچہ ان میں سے اکثر بحثیں اور مقالات، طلبہ کی کثرت، اور ذمہ دارانہ نگرانی کے فقدان، اور متعدد جامعات میں سنجیدہ اور علمی رہنمائی کی نایابی کی وجہ سے بہت زیادہ اہمیت اور علمی

---

[1] یہ یونیورسٹیاں حسب ذیل ہیں، "جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ" ریاض "جامعۃ الریاض" "جامعۃ الملک عبد العزیز" جدہ، جامعۃ ام القریٰ، مکہ معظمہ، الجامعۃ الاسلامیہ۔ مدینہ منورہ۔ جامعۃ البترول۔ ظہران۔

قدر و قیمت نہیں رکھتے لیکن بعض ان خصوصیات کی حامل ہیں، جو مستشرقین کی تصنیفی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں، اس کے ساتھ بعض وہ خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں، جو اہل زبان اور اسلامی ماحول میں تربیت پانے والے نوجوانوں کا خاصہ ہیں، مثال کے طور پر ڈاکٹر ناصر الدین اسد کا مقالہ مصادر الشعر الجاہلی (جواب اضافوں کے ساتھ ایک ضخیم کتاب کی شکل میں شائع ہو گیا ہے) ڈاکٹر شکری فیصل کا مقالہ المجتمعات الاسلامیۃ فی القرن الاول[۵۱] ڈاکٹر عبد المنعم النمر[۵۲] (سابق وزیر اوقاف مصر) کا مقالہ بعنوان ابو الکلام آزاد استاذ احمد ابراہیم شریف مدرس کلیۃ الآداب جامعۂ عین شمس کا مقالہ مکہ والمدینۃ فی الجاہلیۃ و عہد الرسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم[۵۳] ڈاکٹر نادیہ حسنی صقر کا مقالہ الطائف فی العصر الجاہلی و فی صدر الاسلام[۵۴] ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کا مقالہ بنو اسرائیل فی القرآن والسنۃ اور ڈاکٹر رمزی نعناعہ کا مقالہ الاسرائیلیات واثرہا فی کتب التفسیر وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

ایران و ترکی میں

ایران و ترکی کی علمی و تحقیقی خدمات کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں، ہاں ڈاکٹر سید حسین نصر کی انگریزی زبان میں کتابوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، جو بحث و تحقیق اور زبان کے اعلیٰ معیار کا نمونہ ہیں۔

---

[۵۱] مکتبۃ المثنی بغداد سے شائع ہوئی اور پھر خانجی مصر سے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔

[۵۲] ان کی ایک کتاب تاریخ الاسلام فی الہند اور ایک کفاح المسلمین فی تحریر الہند کے نام سے ہے، جو ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق کسی غیر ہندوستانی کے قلم سے سب سے بہتر کتاب ہے۔ [۵۳] دار الفکر العربی، مصر سے شائع ہوئی۔ [۵۴] دار الشروق جدہ سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔

مغرب اقصیٰ (مراکش والجزائر وغیرہ)

جہاں تک شمال عرب مغرب کا تعلق ہے تو وہاں کا اسلامی عربی و مغربی مدرسہ فکر، وسعت مطالعہ، صفائی زبان، اور حدیث و سنت کے مآخذ سے گہری واقفیت کا ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، علامہ عبدالحی کتّانی حسنی کی تصنیفات، خاص طور پر ان کی کتاب التراتیب الاداریۃ فی نظام الحکومۃ النبویۃ ایک طرح کا دائرۃ المعارف ہے، جو وسیع معلومات اور بڑے اہم افادات سے مملو ہے۔

مغرب عربی نے بہت سے ایسے محققین اور مصنفین پیدا کئے ہیں، جن کی دینی معلومات پر گہری نظر، اور جن کو شریعت اسلامیہ کے مقاصد اور حکمتوں کا عمیق فہم حاصل ہے، ان میں علامہ علاّل فاسی[1]، شیخ طاہر بن عاشور، اور ان کے فاضل صاحبزادہ فاضل بن عاشور مالک بن بنی، اور محمد البشیر الابراہیمی، سرفہرست ہیں، اور محمد الفاسی، عبداللہ کنون، عبدالکریم الخطیب، مہدی بنعبود، عبدالسلام لیسین، ڈاکٹر حبیب بلخوجہ، شاذلی النیفر اور احمد الحتّانی جیسے علماء و محققین اپنی نگارشات و افادات، اور علمی بحثوں اور تحقیقات سے اسلامی عربی کتب خانہ میں قیمتی اضافہ کرتے رہتے ہیں، کچھ اور بھی انشاء پرداز مصنفین، اور محقق مضمون نگار ہیں جو مراکش سے نکلنے والے مجلہ دعوۃ الحق اور عالم عربی کے اس خطہ سے نکلنے والے دوسرے موقر علمی رسائل و مجلات کے صفحات پر نظر آتے ہیں، اور بحث و تحقیق کے میدان میں اچھے اور روشن مستقبل کا پتہ دیتے ہیں، ان کے اسماء گرامی کا احصاء دشوار ہے۔

---

[1] ان کی اہم تصنیفات میں مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ و مکارمہا اور دفاع عن الشریعۃ کا شمار ہے۔

آج کا جہاد اور حتمی فریضہ

اس مضمون کا اختتام میں اپنے ہی ایک رسالہ "نیا طوفان" کے ایک اقتباس سے (خفیف سی لفظی ترمیم کے ساتھ) نقل کر رہا ہوں:۔

"آج کا جہاد، وقت کا فریضہ، اور عصر حاضر کی سب سے بڑی دینی ضرورت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے، جو عالم اسلام کے سر سے گذر رہی ہے، بلکہ آگے بڑھ کر اس کے قلب و مرکز پر حملہ آور ہے، وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے اصول و عقائد، اس کے مسلمات و حقائق، اور رسالت محمدی پر وہ اعتماد واپس لایا جائے، جس کا رشتہ اس طبقہ کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، آج کی سب سے بڑی دعوتی و اصلاحی خدمت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور ان نفسیاتی الجھنوں کا علاج بہم پہونچایا جائے، جن میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے، اور اس کے قلب و دماغ کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے، آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جاہلیت کے ان بنیادی افکار سے جو دل و دماغ میں گھر کر گئے ہیں، علم و عقل کے میدانوں میں نبرد آزمائی کی جائے، یہاں تک کہ اسلام کے اصول و مبادی پورے ایمانی جذبات کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں۔!

کامل ایک صدی گزرتی ہے کہ یورپ ہمارے نوجوان اور ذہین طبقے پر چھاپے مار رہا ہے، شک والحاد، نفاق وارتیاب کا ایک طوفان ہے، جو اس نے ہمارے دل و دماغ میں برپا کر رکھا ہے، غیبی اور ایمانی حقائق پر اعتماد متزلزل ہو رہا ہے،

اور سیاست اور اقتصاد کے مادہ پرستانہ نظریات اس جگہ پر قابض ہو رہے ہیں، کامل ایک صدی سے اس شکست و ریخت کا سلسلہ جاری ہے لیکن ہمیں اس کے مقابلہ کی کوئی فکر نہیں ہوئی، ہم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قدیم علمی ترکہ پر اضافے کرنا بھی ہمارا فرض ہے، ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی کہ یورپ کے ان فلسفوں کو سمجھیں اور پھر ان کا علمی محاسبہ بلکہ سرجنوں کی طرح ان کا پوسٹ مارٹم کریں، ہمارا سارا وقت سطحی بحثوں کی نظر ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس صدی کے آخر میں ہمارے سامنے گویا یکایک یہ منظر آیا کہ ایمان و عقیدہ کی دنیا متزلزل ہے، اور ایک ایسی نسل تیار ہو کر برسر اقتدار آچکی ہے، نہ جس کا دفاع اسلام کے عقائد و مبادی پر ایمان سے معمور ہے، نہ اس کا قلب اسلامی جذبات اور اسلامی حمیت سے مخمور، اور نہ اس کا علاقہ اپنی مومن و مسلم قوم سے مستحکم ہے (اس کے سوا کہ قومیت کے خانہ میں اس کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے) اگر کچھ تعلق بھی ہے تو وہ محض سیاسی مصالح کی حد تک، اور اب اس سے بھی آگے بڑھ کر صورت حال یہ ہے کہ یہ لادینی مزاج، اور لادینی انداز فکر ادب و ثقافت اور صحافت و سیاست کے راستہ سے جمہور تک پہونچ چکا ہے، اور مسلمان قوموں کے سر پر عمومی پیمانہ کی لادینیت کا خطرہ منڈلا رہا ہے، خاکم بدہن، وقت کی رفتار، وہ وقت قریب لا رہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے میدان سے کہیں بے دخل کر کے نہ رکھ دیا جائے۔

یہ وقت عالم اسلامی میں ایک نئی اسلامی دعوت کا متقاضی ہے، اس دعوت وجد و جہد کا نعرہ و نشانہ ہو "آؤ پھر سے اسلام پر ایمان پیدا کریں" لیکن تنہا نعرہ کافی نہیں ہے، اس میں پہلے وہ نفسیاتی راستہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے جس سے عالم اسلام کے موجودہ برسر اقتدار طبقہ کے دل و دماغ تک پہونچا جاسکے، اور اسے اسلام کی طرف لوٹایا جاسکے"۔

INDEX

اشاریہ

"اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین"

مرتبہ

محمد غیاث الدین ندوی

شخصیات

کتابیات

مقامات

متفرقات

درسگاہیں اور جامعات :

تحریکات و ادارے اور مطابع :

INDEX

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی اردو مطبوعات

تصنیفات مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

نبی رحمت ۳۵/-
سیرت سید احمد شہیدؒ اول ۳۰/-
" " " دوم ۳۰/-
ارکان اربعہ ۲۲/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ۲۰/-
مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش ۱۸/-
معرکۂ ایمان و مادیت ۹/-
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں ۸/-
نقوش اقبال ۱۶/-
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک ۱۶/-
پا جا سراغ زندگی ۱۳/-
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک ۱۰/-
تاریخ دعوت و عزیمت اول ۲۳/-
" " " دوم ۲۳/-
" " " سوم ۱۸/-
" " " چہارم ۲۳/-
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ۱۶/-
کاروان مدینہ ۱۲/-
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں ۱۱/-
مذہب و تمدن ۷/-
ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں ۸/-
عقیدۂ و سلوک .. ..
عالم عربی کا المیہ ۱۳/-
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب ۱۰/-
تحفۂ کشمیر ۷/-
حجاز مقدس۔ اور جزیرۃ العرب امیدوں اور
اندیشوں کے درمیان ۶/-
اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل میں حدیث کا
بنیادی کردار ۳/-
تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم
مصلح کا مقدمہ ۳/۵۰
اسلامیات۔ اور مغربی مستشرقین و
مسلمان مصنفین ۶/-

تصنیفات دیگر مصنفین

یادِ ایام۔ از حکیم مولانا عبدالحی حسنیؒ ۶/-
دو مہینے امریکہ میں۔ از مولانا محمد رابع ندوی .. ۱۸/-
مقالات سیرت۔ از ڈاکٹر محمد آصف قدوائی ۱۵/-
مذہب اور سائنس۔ از مولانا عبدالباری ندوی ۱۸/-
معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں۔
از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ۱۵/-
مسیحیت۔ تاریخی حقائق و معلومات کی روشنی میں۔
از یوسف چلپی ۱۲/-
اسلام اور غیر اسلامی تہذیب تلخیص و ترجمہ "اقتضاء الصراط المستقیم"
از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ۱۰/-
طوفان سے ساحل تک۔ از محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس) ۱۶/-
اسلامی فکر و تہذیب کا اثر ہندوستان پر۔ از پروفیسر خلیق احمد نظامی ۵/-
علم جدید کا چیلنج۔ از وحید الدین خاں ۱۵/-

اصلاحیات مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

نیا طوفان اور اس کا مقابلہ ۱/۵۰
قادیانیت ۱/۵۰
پندرھویں صدی ہجری ایک تاریخی جائزہ ۲/-
اسلام۔ مکمل دین مستقل تہذیب ۱/۵۰
ایک بہتر ہندوستانی سماج کی تشکیل میں اسلام
کیا حصہ لے سکتا ہے؟ ۱/۵۰
لسانی و تہذیبی جاہلیت کا المیہ اور اس سے سبق ۱/-
محبت فاتح عالم .. .. -/۲۵
خواص۔ ملت میں ان کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں -/۵۰
نشان راہ ۱/-
دو انسانی چہرے قرآنی مرقع میں ۱/-
اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں ۱/۲۵
مسلمانانِ ہند سے کچھ صاف صاف باتیں ۱/-
علم کا مقام اور اہل علم کی ذمہ داریاں .. .. -/۷۵
مقام انسانیت ۲/۵۰
پیام انسانیت ۳/-
عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب ۱/۲۵
دنیا میں آنے والے انسان چمن کے پھول یا کانٹے؟ ۱/-

نبیِ رحمتؐ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

"سیرت نبویؐ پر یہ تازہ کتاب (نبی رحمتؐ) بعض حیثیتوں سے اپنی نوعیت میں منفرد ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاریخ اور اسرارِ شریعت کو شاہ ولی اللہ دہلوی کے اسلوب میں مخلوط کر کے ایسے سائنٹفک اور منطقی انداز میں بیان کیا گیا ہے، جسے پڑھ کر ایک غیر متعصب قاری کا دل خود بخود اس کی شہادت دے گا کہ جس ذات گرامی کی یہ سوانح حیات ہے وہ بے شبہ صرف ایک عظیم انسان نہیں بلکہ مرسل من اللہ اور مؤید من اللہ ہے۔

کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ لکھا ہے اس میں مشرق و مغرب کی حالیہ تحقیقات سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے ___ جن چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق اور مؤید من اللہ کا ثبوت طبعی اور منطقی طور پر ہوتا ہے، ان کو جگہ جگہ نمایاں کیا گیا ہے، فاضل مصنف کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے تاریخ سے علم کلام کا کام لیا ہے، پوری کتاب "ما قلّ ودلّ" کی مصداق ہے، مولانا نے سیرت مقدسہ کی خاکہ نگاری اس دیدہ وری اور صداقت سے کی ہے کہ اسے پڑھ کر غیر شعوری اور نیم شعوری طور پر قاری کے ذہن میں سراج منیر اور نورِ مبین ہدایت کا نقش خود بخود اُجاگر ہو جاتا ہے۔"

(ماخوذ از تبصرہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم۔ اے۔ رسالہ "برہان" دسمبر ۷۸ء)

مولانا ندوی مدظلہٗ کی شاہکار تصنیف

ارکانِ اربعہ

(نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج)

- از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی -

نامور اہلِ نظر و اہلِ فکر کی نظر میں

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم لکھتے ہیں: "مصنف کی تمام کتابوں میں یہ کتاب شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اس سے محروم نہ رہے، اور اس لائق ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں رکھا جائے۔" (معارف، اعظم گڑھ)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے کہ "شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بعد یہ علم "اسرار شریعت" متروک سا ہو گیا تھا، بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس علم کا احیاء ہی نہیں کیا بلکہ اسے آگے ہی بڑھایا ہے۔" (رسالہ "برہان" دہلی)

مولانا سید احمد عروج قادری لکھتے ہیں: "فاضل مصنف نے اپنی بے حد قابلِ قدر کتاب میں "ارکانِ اربعہ" کی شرعی حیثیت، دین میں ان کی اہمیت، اجتماعی زندگی میں ان کے مقام اور مقاصد اور اسرار سے بحث کی ہے، (اسرارِ شریعت کے نامور مصنّفین کی کتابوں سے استفادہ) کے علاوہ خود مولانا کے احساسات و تاثرات، فہم و بصیرت کے اگلے علماء کے افادات سے چار چاند لگا دیئے ہیں۔"

(رسالہ "زندگی" رامپور)

مولانا عامر عثمانی مرحوم لکھتے ہیں: "کتاب میں ان (فرائض چہارگانہ) کا تعارف، تجزیہ و تحلیل جس حسن کے ساتھ کر لیا گیا ہے، وہ لاجواب ہے، کتاب اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔" (ماہنامہ "تجلی" دیوبند)

کتابت و طباعت دیدہ زیب، خوشنما و سادہ ڈسٹ کور قیمت علاوہ محصول ڈاک اردو ایڈیشن ۲۲/-
انگریزی ۳۵/-

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام بکس ۱۱۹ پوسٹ لکھنؤ